

تَقْرِيرُ الْوَلَدَنَ

سُورَةُ الْعَنْكَبُوت

QuranUrdu.com

۲۹

سید ابوالاعلم مودودی

## فهرست

9.....	نام:
9.....	زمانہ نزول:
10.....	موضوع و مضمون:
12.....	رکو ۱۶
15.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۱ ▲
17.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۲ ▲
18.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۳ ▲
19.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۴ ▲
19.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۵ ▲
19.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۶ ▲
20.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۷ ▲
20.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۸ ▲
21.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۹ ▲
21.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۱۰ ▲
22.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۱۱ ▲
24.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۱۲ ▲
24.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ۱۳ ▲

25.....▲ 14	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 14
25.....▲ 15	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 15
27.....▲ 16	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 16
27.....▲ 17	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 17
28.....▲ 18	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 18
28.....▲ 19	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 19
29.....▲ 20	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 20
31..... دکو ۲۶	
33.....▲ 21	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 21
33.....▲ 22	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 22
34.....▲ 23	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 23
35.....▲ 24	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 24
35.....▲ 25	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 25
36.....▲ 26	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 26
36.....▲ 27	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 27
36.....▲ 28	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 28
37.....▲ 29	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 29
37.....▲ 30	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 30
38.....▲ 31	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 31

38.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 32 ▲ 32
39.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 33 ▲ 33
39.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 34 ▲ 34
39.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 35 ▲ 35
40.....	رکوٰت ۳۶
42.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 36 ▲ 36
42.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 37 ▲ 37
42.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 38 ▲ 38
43.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 39 ▲ 39
44.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 40 ▲ 40
44.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 41 ▲ 41
44.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 42 ▲ 42
44.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 43 ▲ 43
46.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 44 ▲ 44
47.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 45 ▲ 45
47.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 46 ▲ 46
47.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 47 ▲ 47
47.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 48 ▲ 48
47.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 49 ▲ 49

48.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 50 ▲
48.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 51 ▲
48.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 52 ▲
49.....	دکوٰ ۲۶
53.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 53 ▲
53.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 54 ▲
53.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 55 ▲
54.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 56 ▲
54.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 57 ▲
55.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 58 ▲
55.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 59 ▲
56.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 60 ▲
56.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 61 ▲
56.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 62 ▲
56.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 63 ▲
57.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 64 ▲
57.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 65 ▲
57.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 66 ▲
57.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 67 ▲

58.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 68 ▲
58.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 69 ▲
58.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 70 ▲
58.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 71 ▲
58.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 72 ▲
59.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 73 ▲
60.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 74 ▲
60.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 75 ▲
61.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 76 ▲
62.....	رکوٰت ۵۶
64.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 77 ▲
66.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 78 ▲
70.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 79 ▲
71.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 80 ▲
71.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 81 ▲
72.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 82 ▲
73.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 83 ▲
74.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 84 ▲
74.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 85 ▲

74.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 86 ▲
75.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 87 ▲
75.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 88 ▲
76.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 89 ▲
76.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 90 ▲
77.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 91 ▲
80.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 92 ▲
81.....	دکوٰ ۶۶ .....
84.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 93 ▲
84.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 94 ▲
84.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 95 ▲
85.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 96 ▲
85.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 97 ▲
85.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 98 ▲
86.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 99 ▲
87.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 100 ▲
87.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 101 ▲
90.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 102 ▲
90.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 103 ▲

90.....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ▲ 104
91 .....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ▲ 105
91 .....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ▲ 106
91 .....	سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: ▲ 107

QuranUrdu.com

نام:

آیت 41 کے فقرے مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ سے ماخوذ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ وہ سورت ہے جس میں لفظ ”عنکبوت“ آیا ہے۔

زمانہ نزول:

آیات ۵۰ سے صاف متregon ہوتا ہے کہ یہ سورۃ ہجرت جبشہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی تھی۔ باقی مضمایں کی اندر ورنی شہادت بھی اسی کی تائید کرتی ہے، کیونکہ پس منظر میں اسی زمانے کے حالات جھلکتے نظراتے ہیں۔ بعض مفسرین نے صرف اس دلیل کی بنابر کہ اس میں منافقین کا ذکر آیا ہے اور نفاق کا ظہور مدینہ میں ہوا ہے، یہ قیاس قائم کر لیا کہ اس سورۃ کی ابتدائی دس آیات مدنی ہیں اور باقی سورۃ مکی ہے۔ حالانکہ یہاں جن لوگوں کے نفاق کا ذکر ہے وہ لوگ ہیں جو کفار کے ظلم و ستم اور شدید جسمانی اذیتوں کے ڈر سے منافقانہ روشن اختیار کر رہے تھے، اور ظاہر ہے کہ اس نوعیت کا نفاق مکہ ہی میں ہو سکتا تھا کہ مدنیہ میں۔ اسی طرح بعض دوسرے مفسرین نے یہ دیکھ کر کہ اس سورۃ میں مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی تلقین کی گئی ہے، اسے مکہ کی آخری نازل شدہ سورت قرار دیا ہے۔ حالانکہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے مسلمان جبشہ کی طرف بھی ہجرت کر چکے تھے۔ یہ تمام قیاسات دراصل کسی روایت پر مبنی نہیں ہیں بلکہ صرف مضمایں کی اندر ورنی شہادت پر ان کی بنار کھی گئی ہے۔ اور یہ اندر ورنی شہادت، اگر پوری سورت کے مضمایں پر بحیثیت مجموعی نگاہ ڈالی جائے، مکہ کے آخری دور کی نہیں بلکہ اس دور کے حالات کی نشاندہی کرتی ہے جس میں ہجرت جبشہ واقع ہوئی تھی۔

## موضوع و مضمون:

سورۃ کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے نزول کا زمانہ مکہ معظمہ میں مسلمانوں پر بڑے مصائب و شدائد کا زمانہ تھا۔ کفار کی طرف سے اسلام کی مخالفت پورے زور و شور سے ہورہی تھی اور ایمان لانے والوں پر سخت ظلم و ستم توڑے جاری ہے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ ایک طرف صادق الایمان لوگوں میں عزم و ہمت اور استقامت پیدا کرنے کے لئے، اور دوسری طرف ضعیف الایمان لوگوں کو شرم دلانے کے لئے نازل فرمائی۔ اس کے ساتھ کفار مکہ کو بھی اس میں سخت تهدید کی گئی کہ اپنے حق میں اس انجام کو دعوت نہ دیں جو عداوت حق کا طریقہ اختیار کرنے والے ہر زمانے میں دیکھتے رہے ہیں۔

اس سلسلے میں ان سوالات کا جواب بھی دیا گیا ہے جو بعض نوجوانوں کو اس وقت پیش آرہے تھے۔ مثلاً ان کے والدین ان پر زور ڈالتے تھے کہ تم محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ دو اور ہمارے دین پر قائم رہو۔ جس قرآن پر تم ایمان لائے ہواں میں بھی تو یہی لکھا ہے کہ ماں باپ کا حق سب سے زیادہ ہے۔ تو ہم جو کچھ کہتے ہیں اسے منور نہ تم خود اپنے ہی ایمان کے خلاف کام کرو گے۔ اس کا جواب آیت ۸ میں دیا گیا ہے۔

اسی طرح بعض نو مسلموں سے ان کے قبلے کے لوگ کہتے تھے کہ عذاب ثواب ہماری گردن پر، تم ہمارا کہنا مانو اور اس شخص سے الگ ہو جاؤ۔ اگر اللہ تمہیں پکڑے گا تو ہم خود آگے بڑھ کر کہہ دیں گے کہ صاحب، ان بے چاروں کا کچھ قصور نہیں، ان کو ہم نے ایمان چھوڑے پر مجبور کیا تھا، اس لئے آپ ہمیں پکڑ لیں۔ اس کا جواب آیات ۱۲۔ ۱۳ میں دیا گیا ہے۔

جو قصہ اس سورۃ میں بیان کئے گئے ہیں ان میں بھی زیادہ تر یہی پہلو نمایاں ہے کہ پچھلے انبیاء کو دیکھو، کیسی کیسی سختیاں ان پر گزیریں اور کتنی کتنی مدت وہ ستائے گئے۔ پھر آخر کار اللہ کی طرف سے اس کی مدد ہوئی۔

اس لئے گھبراو نہیں۔ اللہ کی مدد ضرور آئے گی، مگر آزمائش کا ایک دور گزر ناضروری ہے۔ مسلمانوں کو یہ سبق دینے کے ساتھ کفار مکہ کو بھی ان قصوں میں متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر اللہ کی طرف سے پکڑ ہونے میں دیر لگ رہی ہے تو یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ کبھی پکڑ ہو گی ہی نہیں۔ پچھلی تباہ شدہ قوموں کے نشانات تمہارے سامنے ہیں۔ دیکھ لو آخر کار ان کی شامت آکر رہی اور اللہ نے اپنے نبیوں کی مدد کی۔

پھر مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ اگر ظلم و ستم تمہارے لئے ناقابل برداشت ہو جائے تو ایمان چھوڑنے کے بجائے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ۔ اللہ کی زمین و سیع ہے۔ جہاں اللہ کی بندگی کر سکو وہاں چلے جاؤ۔ ان سب باتوں کے ساتھ کفار کی تفہیم کا پہلو بھی چھوٹنے نہیں پایا ہے۔ توحید اور معاد، دونوں حقیقوتوں کو دلائل کے ساتھ ان کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے، شرک کا ابطال کیا گیا ہے، اور آثار کائنات کی طرف توجہ دلا کر ان کو بتایا گیا ہے کہ یہ سب نشانات اس تعلیم کی تصدیق کر رہے ہیں جو ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سامنے پیش کر رہا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رَكْعٌ

الَّمَّا أَخْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتَرَكُوا أَنْ يَقُولُوا أَمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴿١﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكُذَّابِينَ ﴿٢﴾ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا طَسَاءً مَا يَحْكُمُونَ ﴿٣﴾ مَنْ كَانَ يَرْجُو وِلْقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَا يُؤْخَذُ طَهْوَهُ طَهْوَ السَّيِّئُونَ الْعَلِيمُ ﴿٤﴾ وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ طَهْوَ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَلَمِينَ ﴿٥﴾ وَالَّذِينَ أَمْنَوْا وَعَمِلُوا الصِّلَاةَ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦﴾ وَصَنَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا طَهْوَ وَإِنْ جَاهَدَكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا طَهْوَ إِنَّمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ وَالَّذِينَ أَمْنَوْا وَعَمِلُوا الصِّلَاةَ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصِّلَاحِينَ ﴿٨﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ أَمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذَى فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ طَهْوَ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ طَهْوَ أَوْ لَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَلَمِينَ ﴿٩﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ أَمْنَوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنْفَقِيْنَ ﴿١٠﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ اللَّهِ الَّذِينَ أَمْنُوا اتَّهْمُوا سَيِّلَنَا وَلَنُحْمِلْ خَطَايَاكُمْ طَهْوَ وَمَا هُمْ بِحَمِيلِينَ مِنْ خَطَايَاكُمْ مِّنْ شَيْءٍ طَهْوَ إِنَّهُمْ كَذَّابُونَ ﴿١١﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ طَهْوَ وَلَيُسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ

اللہ کے نام سے جور حماں و رحیم ہے۔

الف۔ ل۔ م۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ”ہم ایمان لائے“ اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ <sup>۱</sup> حالانکہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ <sup>۲</sup> اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے <sup>۳</sup> کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔

اور کیا وہ لوگ جو بُری حرکتیں کر رہے ہیں <sup>۴</sup> یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ ہم سے بازی لے جائیں گے؟ <sup>۵</sup> بڑا غلط حکم ہے جو وہ لگارہ ہے ہیں۔

جو کوئی اللہ سے ملنے کی توقع رکھتا ہو <sup>۶</sup> اسے معلوم ہونا چاہیے کہ <sup>۷</sup> اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے ہی والا ہے، <sup>۸</sup> اور اللہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔ <sup>۹</sup> جو شخص بھی مجاہدہ کرے گا اپنے ہی بھلے کے لیے کرے گا، <sup>۱۰</sup> اللہ یقیناً دنیا جہان والوں سے بے نیاز ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک اعمال کریں گے اُن کی برائیاں ہم اُن سے دُور کر دیں گے اور انہیں اُن کے بہترین اعمال کی جزادیں گے۔

ہم نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے <sup>۱۱</sup> معمود <sup>۱۲</sup> کو شریک ٹھہرائے جسے تو میرے شریک کی حیثیت سے <sup>۱۳</sup> نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کر۔ <sup>۱۴</sup> میری ہی طرف تم سب کو پلٹ کر آنا ہے، پھر میں تم کو بتا دوں گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہوں گے اُن کو ہم ضرور صاحبین میں داخل کریں گے۔

لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر۔ **13** مگر جب وہ اللہ کے معاملہ میں ستایا گیا تو اس نے لوگوں کی ڈالی ہوئی آزمائش کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیا۔ **14** اب اگر تیرے رب کی طرف سے فتح و نصرت آگئی تو یہی شخص کہے گا کہ ”ہم تو تمہارے ساتھ تھے **15**“، کیا دنیا والوں کے دلوں کا حال اللہ کو بخوبی معلوم نہیں ہے؟ اور اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہی ہے کہ ایمان لانے والے کون ہیں اور منافق کون۔ **16**

یہ کافر لوگ ایمان لانے والوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے طریقے کی پیروی کرو اور تمہاری خطاؤں کو ہم اپنے اوپر لے لیں گے۔ **17** حالانکہ ان کی خطاؤں میں سے کچھ بھی وہ اپنے اوپر لینے والے نہیں ہیں، **18** وہ قطعاً جھوٹ کہتے ہیں۔ ہاں ضرور وہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بہت سے بوجھ بھی۔ **19** اور قیامت کے روز یقیناً ان سے ان افڑا پردازیوں کی باز پرس ہوگی جو وہ کرتے رہے ہیں۔ **20** ﴿

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 1 ▲

جن حالات میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے وہ یہ تھے کہ مکہ معظمہ میں جو شخص بھی اسلام قبول کرتا تھا اس پر آفات اور مصائب اور مظالم کا ایک طوفان ٹوٹ پڑا تھا، کوئی غلام یا غریب ہوتا تو اس کو بری طرح مارا پیٹا جاتا اور سخت ناقابل برداشت اذیتیں دی جاتیں، کوئی دوکاندار یا کارگر ہوتا تو اس کی روزی کے دروازے بند کر دیے جاتے یہاں تک کہ بھوکوں مرنے کی نوبت آ جاتی، کوئی کسی بااثر خاندان کا آدمی ہوتا تو اس کے اپنے خاندان کے لوگ اس کو طرح طرح سے تنگ کرتے اور اس کی زندگی اجیرن کر دیتے تھے۔ ان حالات نے مکے میں ایک سخت خوف اور دہشت کا ماحول پیدا کر دیا تھا جس کی وجہ سے بہت سے لوگ تو نبی ﷺ کی صداقت کے قائل ہو جانے کے باوجود ایمان لاتے ہوئے ڈرتے تھے، اور کچھ لوگ ایمان لانے کے بعد جب دردناک اذیتوں سے دور چار ہوتے تو پست ہمت ہو کر کفار کے آگے گھٹھنے ٹیک دیتے تھے۔ ان حالات نے اگرچہ راسخ الایمان صحابہؓ کے عزم و ثبات میں کوئی تزلزل پیدا نہ کیا تھا، لیکن انسانی فطرت کے تقاضے سے اکثر ان پر بھی ایک شدید اضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ چنانچہ اسی کیفیت کا ایک نمونہ حضرت خباب بن ارت کی وہ روایت پیش کرتی ہے جو بخاری، ابو داؤد اورنسائی نے نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں مشرکین کی سختیوں سے ہم بری طرح تنگ آئے ہوئے تھے، ایک روز میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کعبہ کی دیوار کے سامنے میں تشریف رکھتے ہیں، میں نے حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ ہمارے لیے دعا نہیں فرماتے؟ یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ جوش اور جذبے سے سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے جو اہل ایمان گزر چکے ہیں ان پر اس سے زیادہ سختیاں توڑی گئی ہیں، ان میں سے کسی کو زمین میں گڑھا کھو دکر بٹھایا جاتا اور اس کے سر پر آرہ چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے جاتے، کسی کے جوڑوں پر لو ہے کے کنگھے گھسے جاتے تھے تاکہ وہ ایمان سے باز آجائے، اللہ کی قسم یہ کام پورا ہو کر رہے

گا، یہاں تک کہ ایک شخص صنائع سے حضرموت تک بے کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا کوئی نہ ہو گا جس کا وہ خوف کرے۔

اس اضطرابی کیفیت کو ٹھنڈے صبر و تحمل میں تبدیل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو سمجھاتا ہے کہ ہمارے جو وعدے دنیا اور آخرت کی کامرانیوں کے لیے ہیں، کوئی شخص مجرد زبانی دعوائے ایمان کر کے ان کا مستحق نہیں ہو سکتا، بلکہ ہر مدعا کو لازماً آزمائشوں کی بھٹی سے گزرنا ہو گا تاکہ وہ اپنے دعوے کی صلاحیت کا ثبوت دے۔ ہماری جنت اتنی سستی نہیں ہے اور نہ دنیا ہی میں ہماری خاص عنایات ایسی ارزال ہیں کہ تم بس زبان سے ہم پر ایمان لانے کا اعلان کرو اور ہم وہ سب کچھ تمہیں بخش دیں۔ ان کے لیے تو امتحان شرط ہے، ہماری خاطر مشقتیں اٹھانی ہوں گی، جان و مال کا زیادت برداشت کرنا ہو گا، طرح طرح کی سختیاں جھیلنی ہوں گی، خطرات، مصائب اور مشکلات کا مقابلہ کرنا ہو گا، خوف سے بھی آزمائے جاؤ گے اور لاچ سے بھی، ہر چیز جسے عزیز و محبوب رکھتے ہو، ہماری رضاپر اسے قربان کرنا پڑے گا اور ہر تکلیف جو تمہیں ناگوار ہے، ہمارے لیے برداشت کرنی ہو گی، تب کہیں یہ بات کھلے گی کہ ہمیں مانے کا جو دعویٰ تم نے کیا تھا وہ سچا تھا یا جھوٹا۔ یہ بات قرآن مجید میں ہر اس مقام پر کہی گئی ہے جہاں مصائب و شدائے کے ہجوم میں مسلمانوں پر گھبراہٹ کا عالم طاری ہوا ہے، بھرت کے بعد مدینے کی ابتدائی زندگی میں جب معاشی مشکلات، بیرون خطرات اور یہود و منافقین کی داخلی شرارتوں نے اہل ایمان کو سخت پریشان کر رکھا تھا، اس وقت فرمایا:

أَمْ حِسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتُهُمْ  
الْبُلَاسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزَلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ أَمْنُوا مَعَهُ مَتَّىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۝ أَلَا إِنَّ

نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝ (البقرہ: آیت 214)

"کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر وہ حالات نہیں گزرے جو تم سے پہلے گزرے ہوئے (اہل ایمان) پر گزر چکے ہیں؟ ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں اور وہ ہلامارے گئے، یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے لوگ پکارا ٹھہر کے اللہ کی مدد کب آئے گی، (تب انہیں مژدہ سنایا گیا کہ) خبردار رہو، اللہ کی مدد قریب ہے"۔

اسی طرح جنگ احمد کے بعد جب مسلمانوں پر پھر مصائب کا ایک سخت دور آیا تو ارشاد ہوا:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ  
الصَّابِرِينَ۔ (آل عمران: آیت 142)

"کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تodicکھا ہی نہیں کہ تم میں سے جہاد میں جان لڑانے والے اور پامردی دکھانے والے کون ہیں؟"

قریب قریب یہی مضمون سورہ آل عمران، آیت 179، سورہ توبہ آیت 16، اور سورہ محمد آیت 31 میں بھی بیان ہوا ہے۔ ان ارشادات سے اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت مسلمانوں کے ذہن نشین فرمائی ہے کہ آزمائش ہی وہ کسوٹی ہے جس سے کھوٹا اور کھرا پر کھا جاتا ہے، کھوٹا خود بخود اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہٹ جاتا ہے اور کھڑا چھانٹ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ کے ان انعامات سے سرفراز ہو جو صرف صادق الایمان لوگوں کا ہی حصہ ہیں۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 2 ▲

یعنی یہ کوئی نیا معاملہ نہیں ہے جو تمہارے ساتھ ہی پیش آرہا ہو۔ تاریخ میں ہمیشہ یہی ہوا ہے کہ جس نے بھی ایمان کا دعویٰ کیا ہے اسے آزمائشوں کی بھٹی میں ڈال کر ضرور تپایا گیا ہے، اور جب دوسروں کو امتحان کے بغیر کچھ نہیں دیا گیا تو تمہاری خصوصیت ہے کہ تمہیں صرف زبانی دعوے پر نواز دیا جائے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 3 ▲

اصل الفاظ ہیں **فَلَمَّا عَلِمَنَ اللَّهُ** جن کا لفظی ترجمہ یہ ہو گا کہ "ضرور ہے اللہ یہ معلوم کرے" اس پر ایک شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ اللہ کو تو سچ کی سچائی اور جھوٹ کا جھوٹ خود ہی معلوم ہے، آزمائش کر کے اسے معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک ایک شخص کے اندر کسی چیز کی صرف صلاحیت اور استعداد ہی ہوتی ہے، عملًا اس کا ظہور نہیں ہو جاتا، اس وقت تک از روئے عدل و انصاف نہ تو وہ کسی جزا کا مستحق ہو سکتا ہے نہ سزا کا۔ مثلاً ایک آدمی میں امین ہونے کی صلاحیت ہے اور ایک دوسرے میں خائن ہونے کی صلاحیت، ان دونوں پر جب تک آزمائش نہ آئے اور ایک سے امانت داری کا اور دوسرے سے خیانت کا عملًا ظہور نہ ہو جائے، یہ بات اللہ کے انصاف سے بعید ہے کہ وہ محض اپنے علم غیب کی بنابر ایک کو امانت داری کا انعام دے دے اور دوسرے کو خیانت کی سزادے ڈالے۔ اس لیے وہ علم سابق جو اللہ کو لوگوں کے اچھے اور برے اعمال سے پہلے ان کی صلاحیتوں کے بارے میں اور ان کے آئندہ طرز عمل کے بارے میں حاصل ہے، انصاف کی اغراض کے لیے کافی نہیں ہے، اللہ کے ہاں انصاف اس علم کی بنیاد پر نہیں ہوتا کہ فلاں شخص چوری کا رجحان رکھتا ہے اور چوری کرے گایا کرنے والا ہے، بلکہ اس علم کی بنیاد پر ہوتا ہے کہ اس شخص نے چوری کر ڈالی ہے۔ اسی طرح بخششیں اور انعامات بھی اس کے ہاں اس علم کی بنابر نہیں دیے جاتے کہ فلاں شخص اعلیٰ درجے کا مومن و مجاہد بن سکتا ہے یا بنے گا، بلکہ اس علم کی بنابر دیے جاتے ہیں کہ فلاں شخص نے اپنے عمل سے اپنا صادق الایمان ہو نشأت کر دیا ہے اور اللہ کی راہ میں جان لڑا کر دکھادی ہے، اسی لیے ہم نے آیت کے ان الفاظ کا ترجمہ "اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے" کیا ہے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 4 ▲

اس سے مراد اگرچہ تمام وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں لیکن یہاں خاص طور پر نئے سخن قریش کے ان ظالم سرداروں کی طرف ہے جو اسلام کی مخالفت میں اور اسلام قبول کرنے والوں کو اذیتیں دینے میں اس وقت پیش پیش تھے، مثلاً ولید بن مغیرہ، ابو جہل، عتبہ، شیبہ، عقبہ بن ابی معیط اور حنظله بن واٹل وغیرہ۔ سیاق و سباق خود یہاں تقاضا کر رہا ہے کہ مسلمانوں کو آزمائشوں کے مقابلے میں صبر و ثبات کی تلقین کرنے کے بعد ایک کلمہ زجر و تونج ان لوگوں کو خطاب کر کے بھی فرمایا جائے جو ان حق پر ستون پر ظلم ڈھار ہے تھے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 5 ▲

یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ "ہماری گرفت سے بچ کر کہیں بھاگ سکیں گے" اصل الفاظ ہیں یَسِّقُونَا یعنی ہم سے سبقت لے جائیں گے، اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ جو کچھ ہم کرنا چاہتے ہیں (یعنی اپنے رسول کے مشن کی کامیابی) وہ تو نہ ہو سکے اور جو کچھ یہ چاہتے ہیں (یعنی ہمارے رسول کو نیچا د کھانا) وہ ہو جائے، دوسرا یہ کہ ہم ان کی زیادتیوں پر انہیں پکڑنا چاہتے ہوں اور یہ بھاگ کر ہماری دستز سے دور نکل جائیں۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 6 ▲

یعنی جو شخص حیات اخروی کا قائل ہی نہ ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ کوئی نہیں ہے جس کے سامنے ہمیں اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہو اور کوئی وقت ایسا نہیں آنا ہے جب ہم سے ہمارے کارنامہ زندگی کا محاسبہ کیا جائے، اس کا معاملہ تو دوسرا ہے۔ وہ اپنی غفلت میں پڑا رہے اور بے فکری کے ساتھ جو کچھ چاہے کرتا رہے۔ اپنا نتیجہ اپنے اندازوں کے خلاف وہ خود دیکھ لے گا۔ لیکن جو لوگ یہ توقع رکھتے ہیں کہ ایک وقت ہمیں اپنے اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا بھی پانی ہے، انہیں اس غلط فہمی میں نہ رہنا چاہیے کہ

موت کا وقت کچھ بہت دور ہے۔ ان کو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ بس قریب ہی آگاہ ہے اور عمل کی مهلت ختم ہوا ہی چاہتی ہے۔ اس لیے جو کچھ بھی وہ اپنی عاقبت کی بھلائی کے لیے کر سکتے ہوں کر لیں۔ طویل حیات کے بے بنیاد بھروسے پر اپنی اصلاح میں دیر نہ لگائیں۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 7 ▲

یعنی ان کو اس غلط فہمی میں بھی نہ رہنا چاہیے کہ ان کا سابقہ کسی شہ بے خبر سے ہے، جس اللہ کے سامنے انہیں جواب دہی کے لیے حاضر ہونا ہے وہ بے خبر نہیں بلکہ سمیع و علیم اللہ ہے، ان کی کوئی بات بھی اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 8 ▲

"مجاہدہ" کے معنی کسی مخالف طاقت کے مقابلہ میں کش مکش اور جدوجہد کرنے کے ہیں، اور جب کسی خاص مخالف طاقت کی نشان دہی نہ کی جائے بلکہ مطلقاً مجاہدہ کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ ایک ہمہ گیر اور ہر جہتی کش مکش ہے، مومن کو اس دنیا میں جو کش مکش کرنی ہے اس کی نوعیت یہی کچھ ہے۔ اسے شیطان سے بھی لڑنا ہے جو اس کو ہر آن نیکی کے نقصانات سے ڈراٹا اور بدی کے فالدوں اور لذتوں کا لالج دلاتا رہتا ہے۔ اپنے نفس سے بھی لڑنا ہے جو اسے ہر وقت اپنی خواہشات کا غلام بنانے کے لیے زور لگاتا رہتا ہے۔ اپنے گھر سے لے کر آفاق تک کے ان تمام انسانوں سے بھی لڑنا ہے جن کے نظریات، روحانیات، اصول اخلاق، رسم و رواج، طرز تمدن اور قوانین معيشت و معاشرت دینِ حق سے متصادم ہوں۔ اور اس ریاست سے بھی لڑنا ہے جو اللہ کی فرمانبرداری سے آزاد رہ کر اپنا فرمان چلائے اور نیکی کے بجائے بدی کو فروغ دینے میں اپنی قوتیں صرف کرے، یہ مجاہدہ ایک دن دو دن کا نہیں عمر بھر کا، اور دن کے چوبیں گھنٹوں میں سے ہر لمحہ کا ہے۔ اور کسی ایک میدان میں نہیں، زندگی کے ہر پہلو میں ہر محاذ پر ہے۔ اسی کے

متعلق حضرت حسن بصری فرماتے ہیں "ان الرجل ليجاهدو ما ضرب يوما من الدهر بسيف" آدمی جہاد کرتا ہے خواہ کبھی ایک دفعہ بھی وہ توارنہ چلائے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 9 ▲

یعنی اللہ تعالیٰ اس مجاہدہ کا مطالبہ تم سے اس لیے نہیں کر رہا ہے کہ اپنی خدائی قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لیے اسے تمہاری کسی مدد کی ضرورت ہے اور تمہاری اس لڑائی کے بغیر اس کی خدائی نہ چلے گی۔ بلکہ وہ اس لیے تمہیں اس کش کمش میں پڑنے کی ہدایت کرتا ہے کہ یہی تمہاری ترقی کا راستہ ہے۔ اسی ذریعہ سے تم بدی اور گمراہی کے چکر سے نکل کر نیکی اور صداقت کی راہ پر بڑھ سکتے ہو۔ اسی سے تم میں یہ طاقت پیدا ہو سکتی ہے کہ دنیا میں خیر و صلاح کے علمبردار اور آخرت میں اللہ کی جنت کے حق دار بنو۔ تم یہ لڑائی لڑ کر اللہ پر کوئی احسان نہ کرو گے۔ اپنا ہی بھلا کرو گے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 10 ▲

ایمان سے مراد ان تمام چیزوں کو سچے دل سے مانا ہے جنہیں تسلیم کرنے کی دعوت اللہ کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب نے دی ہے۔ اور عمل صالح سے مراد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا ہے۔ دل و دماغ کا عمل صالح یہ ہے کہ آدمی کی فکر اور اس کے خیالات اور ارادے درست اور پاکیزہ ہوں۔ زبان کا عمل صالح یہ ہے کہ آدمی براہی پر زبان کھولنے سے بچے اور جو بات بھی کرے حق و انصاف اور راستی کے مطابق کرے۔ اور اعضاء و جوارح کا عمل صالح یہ ہے کہ آدمی کی پوری زندگی اللہ کی اطاعت و بندگی میں اور اس کے احکام و قوانین کی پابندی میں بسر ہوں، اس ایمان و عمل صالح کے دونتیجے بیان کیے گئے ہیں:

ایک یہ کہ آدمی کی براہیاں اسے دور کر دی جائیں گی۔

دوسرایہ کہ اس کے بہترین اعمال کی، اور اس کے اعمال سے بہتر جزادی جائے گی۔

براہیاں دور کرنے سے مراد کئی چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایمان لانے سے پہلے آدمی نے خواہ کیسے ہی گناہ کیے ہوں، ایمان لاتے ہی وہ سب معاف ہو جائیں گے، دوسرے یہ کہ ایمان لانے کے بعد آدمی نے بغاوت کے جذبے سے نہیں بلکہ بشری کمزوری سے جو قصور کیے ہوں، اس کے نیک اعمال کا لحاظ کر کے ان سے درگزر کیا جائے گا۔ تیسرا یہ کہ ایمان و عمل صالح کی زندگی اختیار کرنے سے آدمی کے نفس کی اصلاح آپ سے آپ ہو گی اور اس کی بہت سی کمزوریاں دور ہو جائیں گی۔

ایمان و عمل صالح کی جزا کے متعلق جو فقرہ ارشاد فرمایا گیا ہے وہ ہے **وَلَنَجِزِيَّنَهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ**۔ اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی کے نیک اعمال میں سے جو اعمال سب سے زیادہ اچھے ہوں گے ان کو ملحوظ رکھ کر اس کے لیے جزا تجویز کی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ آدمی اپنے عمل کے لحاظ سے جتنی جزا کا مستحق ہو گا اس سے زیادہ اچھی جزا اُسے دی جائے گی۔ یہ بات دوسرے مقامات پر بھی قرآن میں فرمائی گئی ہے۔ مثلا سورہ انعام میں فرمایا **مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالَهَا**۔ (آیت 160) "جو نیکی لے کر آئے گا اس کو اس سے دس گناہ جردیا جائے گا"۔ اور سورہ قصص میں فرمایا **مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا**۔ (آیت 84) "جو شخص نیکی لے کر آئے گا اس کو اس سے بہتر جردیا جائے گا"۔ اور سورہ نساء میں فرمایا **إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةٌ يُضْعِفُهَا**۔ (آیت 40) "اللہ ظلم توڑہ برابر نہیں کرتا، اور نیکی ہو تو اس کو کئی گناہ بڑھاتا ہے"۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 11 ▲

اس آیت کے متعلق مسلم، ترمذی، احمد، ابو داؤد اورنسائی کی روایت ہے کہ یہ حضرت سعد بن ابی و قاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ 18-19 سال کے تھے جب انہوں نے اسلام قبول کیا، ان کی ماں حمنہ بنت

سفیان بن امیہ (ابوسفیان کی بھتیجی) کو جب معلوم ہوا کہ پیٹا مسلمان ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ جب تک تو محمد ﷺ کا انکار نہ کرے گا میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی، نہ سائے میں بیٹھوں گی، ماں کا حق ادا کرنا تو اللہ کا حکم ہے، تو میری بات نہ مانے گا تو اللہ کی بھی نافرمانی کرے گا۔ حضرت سعد اس پر سخت پریشان ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ممکن ہے کہ ایسے ہی حالات سے دوسرے وہ نوجوان بھی دوچار ہوئے جو مکہ معظمہ کے ابتدائی دور میں مسلمان ہوئے تھے۔ اسی لیے اس مضمون کو سورہ لقمان میں بھی پورے زور کے ساتھ دوہرایا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو آیت 15)

آیت کا منشاء یہ ہے کہ انسان پر مخلوقات میں سے کسی کا حق سب سے بڑھ کر ہے تو وہ اس کے ماں باپ ہیں۔ لیکن ماں باپ بھی اگر انسان کو شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات قبول نہ کرنی چاہیے، کجا کہ کسی اور کے کہنے پر آدمی ایسا کرے۔ پھر الفاطیہ ہیں کہ "وَإِنْ جَاهَدُكُمْ" ۚ اگر وہ دونوں تجھے مجبور کرنے کے لیے اپنا پورا زور بھی لگادیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کم تر درجے کا دباؤ، یا ماں باپ میں سے کسی ایک کا زور دینا تو بدرجہ اولی رد کر دینے کے لائق ہے۔ اس کے ساتھ مَا نَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (جسے تو میرے شریک کی حیثیت سے نہیں جانتا) کا فقرہ بھی قابل غور ہے۔ اس میں ان کی بات نہ ماننے کے لیے ایک معقول دلیل دی گئی ہے۔ ماں باپ کا یہ حق توبے شک ہے کہ اولاد ان کی خدمت کرے، ان کا ادب و احترام کرے، ان کی جائز باتوں میں ان کی اطاعت بھی کرے۔ لیکن یہ حق ان کو نہیں پہنچتا کہ آدمی اپنے علم کے خلاف ان کی اندھی تقلید کرے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک پیٹا یا بیٹی صرف اس بنا پر ایک مذہب کی پیروی کیے جائے کہ یہ اس کے ماں باپ کا مذہب ہے۔ اگر اولاد کو یہ علم حاصل ہو جائے کہ والدین کا مذہب غلط ہے تو اسے اس مذہب کو چھوڑ کر صحیح مذہب اختیار کرنا چاہیے اور ان کے دباؤ ڈالنے پر بھی اس طریقے کی پیروی نہ کرنی چاہیے جس کی

گمراہی اس پر کھل چکی ہو۔ اور یہ معاملہ جب والدین کے ساتھ ہے تو پھر دنیا کے ہر شخص کے ساتھ بھی یہی ہونا چاہیے۔ کسی شخص کی تقلید بھی جائز نہیں ہے جب تک آدمی یہ نہ جان لے کہ وہ شخص حق پر ہے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 12 ▲

یعنی یہ دنیا کی رشته داریاں اور ان کے حقوق تو بس اسی دنیا کی حد تک ہیں۔ آخر کار مال باپ کو بھی اور اولاد کو بھی اپنے خالق کے حضور پلٹ کر جانا ہے، اور وہاں ہر ایک کی باز پرس اس کی شخصی ذمہ داری کی بنیاد پر ہونی ہے۔ اگر مال باپ نے اولاد کو گمراہ کیا ہے تو وہ پکڑے جائیں گے، اگر اولاد نے ماں باپ کی خاطر گمراہی قبول کی ہے تو اسے سزا ملے گی۔ اور اگر اولاد نے راہ راست اختیار کی اور مال باپ کے جائز حقوق ادا کرنے میں بھی کوتاہی نہ کی، لیکن ماں باپ نے صرف اس قصور پر اسے ستایا کہ اس نے گمراہی میں ان کا ساتھ کیوں نہ دیا، تو وہ اللہ کے مو اخذے سے بچنے سکیں گے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 13 ▲

اگرچہ کہنے والا ایک شخص ہے، مگر "میں ایمان لا یا" کہنے کے بجائے کہہ رہا ہے "ہم ایمان لائے" امام رازی نے اس میں ایک لطیف نکتے کی نشاندہی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ منافق اپنے آپ کو ہمیشہ زمرہ اہل ایمان میں شامل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے ایمان کا ذکر اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ بھی ویسا ہی مومن ہے جیسے دوسرے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بزدل اگر کسی فوج کے ساتھ گیا ہے اور اس فوج کے بہادر سپاہیوں نے لڑ کر دشمنوں کو مار بھگایا ہے، تو چاہے اس نے خود کوئی کارنامہ انجام نہ دیا ہو، مگر وہ آکر یوں کہے گا کہ ہم گئے اور ہم خوب لڑے اور ہم نے دشمن کو شکست فاش دے دی، گویا آپ بھی انہی بہادروں میں سے ہیں جنہوں نے داد شجاعت دی ہے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 14 ▲

یعنی جس طرح اللہ کے عذاب سے ڈر کر کفر و معصیت سے باز آنا چاہیے، یہ شخص بندوں کی دی ہوئی تکلیفوں میں سے ڈر کر ایمان اور نیکی سے باز آگیا۔ ایمان لانے کے بعد کفار کی دھمکیوں اور مار پیٹ اور قید و بند سے جب اسے سابقہ پیش آیا تو اس نے سمجھا کہ اللہ کی وہ دوزخ بھی بس اتنی ہی کچھ ہو گی جس سے مرنے کے بعد کفر کی پاداش میں سابقہ پیش آنا ہے۔ اس لیے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عذاب تو بعد میں بھگت لوں گا، یہ نقد عذاب جواب مل رہا ہے اس سے بچنے کے لیے مجھے ایمان چھوڑ کر پھر زمرہ کفار میں جامنا چاہیے تاکہ دنیا کی زندگی تو خیریت سے گزر جائے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 15 ▲

یعنی آج تو وہ اپنی کھال بچانے کے لیے کافروں میں جاملا ہے اور اہل ایمان کا ساتھ اس نے چھوڑ دیا ہے، کیونکہ دین حق کو فروع دینے کے لیے وہ اپنی نکیر تک پھڑوانے کو تیار نہیں ہے۔ مگر جب اس دین کی خاطر سرد ہڑ کی بازی گلا دینے والوں کو اللہ تعالیٰ فتح و کامرانی بخشے گا تو یہ شخص فتح کے ثمرات میں حصہ بٹانے کے لیے آموجود ہو گا اور مسلمانوں سے کہے گا کہ دل سے تو ہم تمہارے ہی ساتھ تھے، تمہاری کامیابی کے لیے دعائیں مانگا کرتے تھے، تمہاری جانشنازوں اور قربانیوں کی بڑی قدر ہماری نگاہ میں تھی۔

یہاں اتنی بات اور سمجھ لینی چاہیے کہ ناقابل برداشت افیت یا نقصان، یا شدید خوف کی حالت میں کسی شخص کا کلمہ کفر کہہ کر اپنے آپ کو بچالینا شرعاً جائز ہے بشرطیکہ آدمی سچے دل سے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ لیکن بہت بڑا فرق ہے اس مخلص مسلمان میں جو بحالت مجبوری جان بچانے کے لیے کفر کا اظہار کرے اور اس مصلحت پرست انسان میں جو نظریہ کے اعتبار سے اسلام ہی کو حق جانتا اور مانتا ہو مگر ایمانی زندگی کے خطرات و مہالک دیکھ کر کفار سے جا ملے۔ بظاہر ان دونوں کی حالت ایک دوسرے سے کچھ زیادہ مختلف نظر نہیں آتی، مگر در حقیقت جو چیز اُن کے درمیان زمین و آسمان کا فرق کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ مجبوراً کفر ظاہر

کرنے والا مخلص مسلمان نہ صرف عقیدے کے اعتبار سے اسلام کا گرویدہ رہتا ہے، بلکہ عملاً بھی اس کی دلی ہمدردیاں دین و اہل دین کے ساتھ رہتی ہیں۔ ان کی کامیابی سے وہ خوش اور ان کو زک پہنچنے سے وہ بے چین ہو جاتا ہے۔ مجبوری کی حالت میں بھی وہ مسلمانوں کا ساتھ دینے کے ہر موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اس تک میں رہتا ہے کہ جب بھی اس پر سے اعداءِ دین کی گرفت ڈھیلی ہو وہ اپنے اہل دین کے ساتھ جا ملے۔ اس کے برعکس مصلحت پرست آدمی جب دین کی راہ کھٹھن دیکھتا ہے اور خوب ناپ توں کردیکھ لیتا ہے کہ دین حق کا ساتھ دینے کے نقصانات کفار کے ساتھ جا ملنے کے فوائد سے زیادہ ہیں تو وہ خالص عافیت اور منفعت کی خاطر دین اور اہل دین سے منہ موڑ لیتا ہے، کافروں سے رشتہ دوستی استوار کرتا ہے اور اپنے مفاد کی خاطر ان کی کوئی ایسی خدمت بجا لانے سے بھی باز نہیں رہتا جو دین کے سخت خلاف اور اہل دین کے لیے نہایت نقصان دہ ہو۔ لیکن اس کے ساتھ وہ اس امکان سے بھی آنکھیں بند نہیں کر لیتا کہ شاید کسی وقت دین حق ہی کا بول بالا ہو جائے۔ اس لیے جب کبھی اسے مسلمانوں سے بات کرنے کا موقع ملتا ہے وہ ان کے نظریے کو حق ماننے اور ان کے سامنے اپنے ایمان کا اقرار کرنے اور راہ حق میں ان کی قربانیوں کو خراج تحسین ادا کرنے میں ذرہ برابر بخل نہیں کرتا، تاکہ یہ زبانی اعترافات سند رہیں اور بوقت ضرورت کام آئیں۔ قرآن کریم ایک دوسرے موقع پر ان منافقین کی اسی سودا گرانہ ذہنیت کو یوں بیان کرتا ہے:

الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِنْ كَانَ نَكْمَ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا إِلَّا مَنْ كُنْ مَعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِكُفَّارِينَ نَصِيبٌ قَالُوا إِلَّا مَنْ نَسْتَحْوُ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعُكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِكُفَّارِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا

"یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے معاملے میں انتظار کر رہے ہیں (کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے) اگر اللہ کی طرف سے فتح تمہاری ہوئی تو آکر کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کا پلہ بھاری رہا تو ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے خلاف لڑنے پر قادر نہ تھے اور ہم نے پھر بھی تمہیں مسلمانوں سے بچایا۔"

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 16 ▲

یعنی اللہ آزمائش کے موقع اس لیے بار بار لاتا ہے تاکہ مومنوں کے ایمان اور منافقوں کے نفاق کا حال کھل جائے اور جس کے اندر جو کچھ بھی چھپا ہوا ہے وہ سامنے آجائے، یہی بات سورہ آل عمران میں فرمائی گئی ہے کہ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيرُ مِنَ الطَّّيْبِ (آیت 179) "اللہ مومنوں کو ہر گز اس حالت میں رہنے دینے والا نہیں ہے جس میں تم اس وقت ہو (کہ صادق الایمان اور منافق سب ملے جلے ہیں) وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ نمایاں کر کے رہے گا"۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 17 ▲

ان کے اس قول کا مطلب یہ تھا کہ اول تو زندگی بعد موت اور حشر و نشر اور حساب و جزا کی یہ باتیں سب ڈھکو سلا ہیں۔ لیکن اگر بالفرض کوئی دوسری زندگی ہے اور اس میں کوئی باز پرس بھی ہوتی ہے تو ہم ذمہ لیتے ہیں کہ اللہ کے سامنے ہم سارے اعذاب اپنی گردان پر لے لیں گے۔ تم ہمارے کہنے سے اس نئے دین کو چھوڑ دو اور اپنے دین آبائی کی طرف واپس آجائے، روایات میں متعدد سرداران قریش کے متعلق یہ مذکور ہے کہ ابتدا جو لوگ اسلام قبول کرتے تھے ان سے مل کر یہ لوگ اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ ایمان لائے تو ابوسفیان اور حرب بن امیہ بن خلف نے ان سے مل کر بھی یہی کہا تھا۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 18 ▲

یعنی اول تو یہی ممکن ہے کہ کوئی شخص اللہ کے ہاں کسی دوسرے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے اور کسی کے کہنے سے گناہ کرنے والا خود اپنے گناہ کی سزا پانے سے بچ جائے، کیونکہ وہاں تو ہر شخص اپنے کیے کا آپ ذمہ دار ہے۔ **لَا تَزِرُّ وَازِرَةٌ وَزِرَّ أُخْرَى**۔ لیکن اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو جس وقت کفر و شرک کا انجمام ایک دھلکتی ہوئی جہنم کی صورت میں سامنے آئے گا اس وقت کس کی یہ ہمت ہے کہ دنیا میں جو وعدہ اس نے کیا تھا اس کی لاج رکھنے کے لیے یہ کہہ دے کہ حضور، میرے کہنے سے جس شخص نے ایمان کو چھوڑا رتداد کی راہ اختیار کی تھی، آپ اسے معاف کر کے جنت میں بھیج دیں، اور میں جہنم میں اپنے کفر کے ساتھ اس کے کفر کی سزا بھی بھگتے کے لیے تیار ہوں۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 19 ▲

یعنی وہ اللہ کے ہاں اگرچہ دوسروں کا بوجھ تو نہ اٹھائیں گے لیکن دوہر ابوجھ اٹھانے سے بچیں گے بھی نہیں، ایک بوجھ ان پر خود گمراہ ہونے کا لدّے گا اور دوسرا بوجھ دوسروں کو گمراہ کرنے کا بھی ان پر لادا جائے گا۔ اس بات کو یوں سمجھیے کہ ایک شخص خود بھی چوری کرتا ہے اور کسی دوسرے شخص سے بھی کہتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ چوری کے کام میں حصہ لے۔ اب اگر وہ دوسرا شخص اس کے کہنے سے چوری کرے گا تو کوئی عدالت اسے اس بنابرہ چھوڑ دے گا کہ اس نے دوسرے کے کہنے سے جرم کیا ہے۔ چوری کی سزا تو بہر حال اسے ملے گیا اور کسی اصول انصاف کی رو سے بھی یہ درست نہ ہو گا کہ اسے چھوڑ کر اس کے بد لے کی سزا اس پہلے چور کو دے دی جائے جس نے اسے بہکا کر چوری کے راستے پر ڈالا تھا۔ لیکن وہ پہلا چور اپنے جرم کے ساتھ اس جرم کی سزا بھی پائے گا کہ اس نے خود چوری کی سوکی، ایک دوسرے شخص کو بھی اپنے ساتھ چور بنادا۔ قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر اس قاعدے کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: **لَيَحِمِلُوا**

أَوْزَارُهُمْ كَامِلَةٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۝ وَ مِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضْلُونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۝ أَلَا سَاءَ مَا

**يَزِدُونَ** ﴿٢٥﴾ (الخل آیت 25) تاکہ وہ قیامت کے روز اپنے بوجھ بھی پورے پورے اٹھائیں اور ان لوگوں کے بوجھوں کا بھی ایک حصہ اٹھائیں جن کو وہ علم کے بغیر گمراہ کرتے ہیں۔ اور اسی قاعدے کو نبی ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص ذلك من اثامهم من اجورهم شيئاً و من دعا الی ضلالۃ کان عليه من الاثم مثل اثام من تبعه لا ينقص ذلك من اثامهم شيئاً۔ (مسلم) "جس شخص نے راہ راست کی طرف دعوت دی اس کو ان سب لوگوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا جنہوں نے اس کی دعوت پر راہ راست اختیار کی بغیر اس کے کہ ان کے اگروں میں کوئی کمی ہو، اور جس شخص نے گمراہی کی طرف دعوت دی اس پر ان سب لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہو گا جنہوں نے اس کی پیروی کی بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔"

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 20 ▲

"انترا پردازیوں" سے مراد وہ جھوٹی باتیں ہیں جو کفار کے اس قول میں چھپی ہوئی تھیں کہ "تم ہمارے طریقے کی پیروی کرو اور تمہاری خطاؤں کو ہم اپنے اوپر لے لیں گی"۔ دراصل وہ لوگ دو مفروضات کی بنیاد پر یہ بات کہتے تھے۔ ایک یہ کہ جس مذہب شرک کی وہ پیروی کر رہے ہیں وہ بحق ہے اور محمد ﷺ کا مذہب توحید غلط ہے، اس لیے اس سے کفر کرنے میں کوئی خطأ نہیں ہے، دوسرا مفروضہ یہ تھا کہ کوئی حشر نہیں ہونا ہے اور یہ حیات اخروی کا تخيیل، جس کی وجہ سے ایک مسلمان کفر کرتے ہوئے ڈرتا ہے، بالکل بے اصل ہے۔ یہ مفروضات اپنے دل میں رکھنے کے بعد وہ ایک مسلمان سے کہتے تھے کہ اچھا اگر تمہارے نزدیک کفر کرنا ایک خطأ ہی ہے، اور کوئی حشر بھی ہونا ہے جس میں اس خطأ پر تم سے باز پرس ہو گی، تو چلو تمہاری اس خطأ کو ہم اپنے سر لیتے ہیں، تم ہماری ذمہ داری پر دین محمد ﷺ کو چھوڑ کر دین آبائی میں واپس

آجائے۔ اس معاملہ میں پھر مزید دو جھوٹی باتیں شامل تھیں۔ ایک ان کا یہ خیال کہ جو شخص کسی کے کہنے پر جرم کی ذمہ داری سے بری ہو سکتا ہے اور اس کی پوری ذمہ داری وہ شخص اٹھاتا سکتا ہے جس کے کہنے پر اس نے جرم کیا ہے۔ دوسران کا یہ جھوٹا وعدہ کہ قیامت کے روز وہ ان لوگوں کی ذمہ داری واقعی اٹھائیں گے جو ان کے کہنے پر ایمان سے کفر کی طرف پلٹ گئے ہوں۔ کیونکہ جب قیامت فی الواقع قائم ہو جائے گی اور ان کی امیدوں کے خلاف جہنم ان کی آنکھوں کے سامنے ہو گی اس وقت وہ ہر گز اس کے لیے تیار نہ ہوں گے کہ اپنے کفر کا خمیازہ بھگتے کے ساتھ ان لوگوں کا بوجھ بھی پورا کا پورا اپنے اوپر لے لیں جنہیں وہ دنیا میں بہک کر گمراہ کرتے تھے۔

٢٦ رُكْوَةٌ

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَلَمِّا تَبَعَّدَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمْ  
الْطُّوفَانُ وَهُمْ ظَلِيمُونَ ﴿٢١﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿٢٢﴾ وَ  
إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَاتَلَ قَوْمَهُ أَعْبَدُوا اللَّهَ وَأَتَقْوَهُ ذِكْرُكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٣﴾  
إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَّتَخْلُقُونَ إِفْكًا إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ لَا  
يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا مِنْ حِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوهُ لَهُ إِلَيْهِ  
تُرْجَعُونَ ﴿٢٤﴾ وَإِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَّمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ  
الْمُبِينُ ﴿٢٥﴾ أَوْلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبَدِّي اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٦﴾  
قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ الَّلَّهُ يُنْشِئُ النَّشَاةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ  
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٧﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ﴿٢٨﴾ وَمَا أَنْتُمْ  
بِمُعْجِزَيْنِ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٌ ﴿٢٩﴾

ہم نے نوحؑ کی قوم کی طرف بھیجا <sup>21</sup> اور وہ پچاس کم ایک ہزار برس ان کے درمیان رہا۔ <sup>22</sup> آخر کار ان لوگوں کو طوفان نے آگھیرا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔ <sup>23</sup> پھر نوحؑ کو اور کشتی والوں <sup>24</sup> کو ہم نے بچالیا اور اُسے دنیا والوں کے لیے ایک نشانِ عبرت بنانے کا کرکھ دیا۔ <sup>25</sup>

اور ابراہیمؑ کو بھیجا <sup>26</sup> جبکہ اُس نے اپنی قوم سے کہا: ”اللہ کی بندگی کرو اور اُس سے ڈرو۔ <sup>27</sup> یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ تم اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پونج رہے ہو وہ تو محض بُت ہیں اور تم ایک جھوٹ گھٹر ہے ہو۔ <sup>28</sup> درحقیقت اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تمہیں کوئی رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ سے رزق مانگو اور اُسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔ <sup>29</sup> اور اگر تم جھوٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بہت سی قومیں جھوٹلا چکی ہیں، <sup>30</sup> اور رسولؐ پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہداری نہیں ہے۔“

<sup>31</sup> کیا ان لوگوں نے کبھی دیکھا ہی نہیں ہے کہ اللہ کس طرح خلق کی ابتداء کرتا ہے، پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟ یقیناً یہ اعادہ تو <sup>32</sup> اللہ کے لیے آسان تر ہے۔ ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھر واوردیکھو کہ اُس نے کس طرح خلق کی ابتداء کی ہے، پھر اللہ بار دیگر بھی زندگی بخشے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ <sup>33</sup> جسے چاہے سزا دے اور جس پر چاہے رحم فرمائے، اُسی کی طرف تم پھیرے جانے والے ہو۔ تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو نہ آسمان میں، <sup>34</sup> اور اللہ سے بچانے والا کوئی سر پرست اور مددگار تمہارے لیے نہیں ہے۔ <sup>35</sup>

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 21 ▲

قابل کے لیے ملاحظہ ہو آل عمران آیات 33-34۔ النساء، 163۔ الانعام 84۔ الاعراف 59 تا 64۔ یونس 71-73۔ ہود 25-48۔ الانبیاء 76-77۔ المؤمنون 23-30۔ الفرقان 37۔ الشوراء 105 تا 123۔ الصافات 75-82۔ القمر 9-15۔ الحاقة 11-12۔ نوح مکمل۔

یہ قصہ یہاں جس مناسبت سے بیان کیے جا رہے ہیں اس کو سمجھنے کے لیے سورہ کی ابتدائی آیات کو نگاہ میں رکھنا چاہیے وہاں ایک طرف اہل ایمان سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے ان سب اہل ایمان کو آزمائش میں ڈالا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ دوسری طرف ظالم کافروں سے فرمایا گیا ہے کہ تم اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ تم ہم سے بازی لے جاؤ گے اور ہماری گرفت سے بچ نکلو گے۔ انہی دو باتوں کو ذہن نشین کرنے کے لیے یہ تاریخی واقعات بیان کیے جا رہے ہیں۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 22 ▲

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت نوحؐ کی عمر ساڑھے نو سو سال تھی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے کے بعد سے طوفان تک پورے ساڑھے نو سو برس حضرت نوحؐ اس ظالم و گمراہ قوم کی اصلاح کے لیے سعی فرماتے رہے، اور اتنی طویل مدت تک ان کی زیادتیاں برداشت کرنے پر بھی انہوں نے ہمت نہ ہاری، یہی چیز یہاں بیان کرنی مقصود ہے۔ اہل ایمان کو بتایا جا رہا ہے کہ تم کو تو ابھی پانچ سالت برس ہی ظلم و ستم سہتے اور ایک گمراہ قوم کی ہٹ دھرمیاں برداشت کرتے گزرے ہیں۔ ذرا ہمارے اس بندے کے صبر و ثبات اور عزم واستقلال کو دیکھو جس نے مسلسل ساڑھے نو صدیوں تک ان شدائد کا مقابلہ کیا۔

حضرت نوحؐ کی عمر کے بارے میں قرآن مجید اور بائبل کے بیانات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بائبل کا بیان یہ ہے کہ ان کی عمر ساڑھے نو سو سال تھی۔ وہ چھ سو برس کے تھے جب طوفان آیا۔ اور اس کے بعد

سماڑھے تین سو برس اور زندہ رہے (پیدائش، باب 7۔ آیت 6۔ باب 9۔ آیت 28-29) لیکن قرآن کے بیان کی رو سے ان کی عمر کم از کم ایک ہزار سال ہونی چاہیے کیونکہ سماڑھے نو سو سال تو صرف وہ مدت ہے جو نبوت پر مامور ہونے کے بعد سے طوفان برپا ہونے تک انہوں نے دعوت و تبلیغ میں صرف کی۔ ظاہر ہے کہ نبوت انہیں پختہ عمر کو پہنچنے کے بعد ہی ملی ہو گی۔ اور طوفان کے بعد بھی وہ کچھ مدت زندہ رہے ہوں گے۔

یہ طویل عمر بعض لوگوں کے لیے ناقابلِ یقین ہے۔ لیکن اللہ کی اس خدائی میں عجائب کی کمی نہیں ہے، جس طرف بھی آدمی نگاہ ڈالے اس کی قدرت کے کر شے غیر معمولی واقعات کی شکل میں نظر آ جاتے ہیں۔ کچھ واقعات و حالات کا اولاد ایک خاص صورت میں رونما ہوتے رہنا اس بات کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس معمول سے ہٹ کر کسی دوسری غیر معمولی صورت میں کوئی واقعہ رونما نہیں ہو سکتا۔ اس طرح کے مفروضات کو توڑنے کے کائنات کے ہر گوشے میں اور مخلوقات کی ہر صنف میں خلاف معمول حالات و واقعات کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔ خصوصیت کے ساتھ جو شخص اللہ کے قادر مطلق ہونے کا واضح تصور اپنے ذہن میں رکھتا ہو وہ تو کبھی اس غلط فہمی میں نہیں پڑ سکتا کہ کسی انسان کو ایک ہزار برس یا اس سے کم و بیش عمر عطا کر دینا اس اللہ کے لیے بھی ممکن نہیں ہے جو موت و حیات کا خالق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی اگر خود چاہے تو ایک لمحہ کے لیے بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن اگر اللہ چاہے توجہ تک وہ چاہے اسے زندہ رکھ سکتا ہے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 23 ▲

یعنی طوفان ان پر اس حالت میں آیا کہ وہ اپنے ظلم پر قائم تھے۔ دوسرے الفاظ میں اگر وہ طوفان آنے سے پہلے اپنے ظلم سے باز آ جاتے تو اللہ تعالیٰ ان پر یہ عذاب نہ بھیجنتا۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 24 ▲

یعنی ان لوگوں کو جو حضرت نوح پر ایمان لائے تھے اور جنہیں کشتی میں سوار ہونے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تھی۔ سورہ ہود میں اس کی تصریح ہے **حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُورُ** "قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ يُنْ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ أَمْنَ ۖ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ" (ہود۔ آیت 40) "یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آگیا اور تنور ابل پڑا تو ہم نے کہا کہ (اے نوح) اس کشتی میں سوار کر لے ہر شم کے (کے جانوروں) میں سے ایک ایک جوڑا، اور اپنے گھر والوں کو سوائے ان کے جنہیں ساتھ نہ لینے کا پہلے حکم دے دیا گیا ہے، اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، اور اس کے ساتھ بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے"۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 25 ▲

اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس ہولناک حقوقت کو یا اس عظیم الشان واقعہ کو بعد والوں کے لیے نشان عبرت بنادیا گیا۔ لیکن یہاں اور سورہ قمر میں یہ بات جس طریقہ سے بیان فرمائی گئی ہے اس سے تبادر یہی ہوتا ہے کہ وہ نشان عبرت خود وہ کشتی تھی جو پہاڑ کی چوٹی پر صدیوں موجود رہی اور بعد کی نسلوں کو خبر دیتی رہی کہ اس سر زمین میں کبھی ایسا طوفان آیا تھا جس کی بدولت یہ کشتی پہاڑ پر جا گئی ہے۔ سورہ قمر میں اس کے متعلق فرمایا گیا ہے **وَ حَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ الْوَاحِدِ وَ دُسْرِ** "تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ" (آیات 13-15) اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختنوں اور میخوں والی (کشتی) پر، وہ چل رہی تھی ہماری نگرانی میں اس شخص کے لیے جزا کے طور پر جس کا انکار کر دیا گیا تھا اور ہم نے اسے چھوڑ دیا ایک نشانی بنانے کر، پس ہے کوئی سبق لینے والا؟"۔ سورہ قمر کی اس آیت کی تفسیر

میں ابن حیری نے قتادہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ عہد صحابہؓ میں جب مسلمان الجزیرہ کے علاقہ میں گئے ہیں تو انہوں نے کوہ جودی پر (اور ایک روایت کی رو سے باقروی نامی بستی کے قریب اس کشتوں کو دیکھا ہے۔ موجودہ زمانہ میں بھی وقار فتاہ یہ اطلاعات اخبارات میں آتی رہتی ہیں کہ کشتی نوحؑ کو تلاش کرنے کے لیے مهمات بھیجی جا رہی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بسا اوقات ہوائی جہاز جب کوہستان اور ار اط پر سے گزرے ہیں تو ایک چوٹی پر انہوں نے ایسی چیز دیکھی ہے جو ایک کشتی سے مشابہ ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد دوم، الاعراف، حاشیہ 47، ہود حاشیہ 46)

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 26 ▲

قابل کے لیے ملاحظہ ہو، البقرہ رکوع 15-16۔ آل عمران 7۔ الانعام 9۔ ہود 7۔ ابراہیم 6۔ الحجر 4۔ مریم 3۔ الانبیاء 5۔ الشعراء 5۔ الصافات 3۔ الزخرف 3۔ الذاریات 2۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 27 ▲

یعنی اس کے ساتھ شرک اور اس کی نافرمانی کرنے سے ڈرو۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 28 ▲

یعنی تم یہ بت نہیں گھٹر رہے ہو بلکہ ایک جھوٹ گھٹر رہے ہو۔ ان بتوں کا وجود خود ایک جھوٹ ہے۔ اور پھر تمہارے یہ عقائد کہ یہ دیویاں اور دیوتا ہیں، یا اللہؐ کے اوتار یا اس کی اولاد ہیں، یا اللہؐ کے مقرب اور اس کے ہاں شفع ہیں، یا یہ کہ ان میں سے کوئی شفادینے والا اور کوئی اولاد بخشنے والا اور کوئی روزگار دلوانے والا ہے، یہ سب جھوٹی باتیں ہیں جو تم لوگوں نے اپنے وہم و گمان سے تصنیف کر لی ہیں۔ حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ یہ محض بت ہیں بے جان، بے اختیار اور بے اثر۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 29 ▲

ان چند فقروں میں حضرت ابراہیمؑ نے بت پرستی کے خلاف تمام معقول دلائل سمیٹ کر رکھ دیے ہیں۔ کسی کو معبود بنانے کے لیے لامحالہ کوئی معقول وجہ ہونی چاہیے۔ ایک معقول وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی ذات میں معبودیت کا کوئی استحقاق رکھتا ہو۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ آدمی کا خالق ہوا اور آدمی اپنے وجود کے لیے اس کا ہین منت ہو۔ تیسرا وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ آدمی کی پرورش کا سامان کرتا ہوا اور اسے رزق یعنی متناع زیست بھم پہنچانا ہو۔ چوتھی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آدمی کا مستقبل اس کی عنایات سے وابستہ ہوا اور آدمی کو اندیشہ ہو کہ اس کی ناراضی مولے کروہ اپنا انعام خراب کر لے گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ ان چاروں وجہوں میں سے کوئی وجہ بھی بت پرستی کے حق میں نہیں ہے بلکہ ہر ایک خالص اللہ پرستی کا تقاضا کرتی ہے۔ "یہ محس بت ہیں" کہہ کر انہوں نے پہلی وجہ کو ختم کر دیا، کیونکہ جو نزابت ہوا س کو معبود ہونے کا آخر کیا ذاتی استحقاق حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہہ کر کہ "تم ان کے خالق ہو" دوسری وجہ بھی ختم کر دی۔ اس کے بعد تیسرا وجہ کو یہ فرمایا کہ وہ تمہیں کسی نوعیت کا کچھ بھی رزق نہیں دے سکتے۔ اور آخری بات یہ ارشاد فرمائی کہ تمہیں پلٹنا تو اللہ کی طرف ہے نہ کہ ان بتوں کی طرف، اس لیے تمہارا انعام اور تمہاری عاقبت سنوارنا یا بگاڑنا بھی ان کے اختیار میں نہیں صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس طرح شرک کا پورا ابطال کر کے حضرت والانے یہ بات ان پر واضح کر دی کہ جتنے وجہ سے بھی انسان کسی کو معبود قرار دے سکتا ہے وہ سب کے سب اللہ وحده لا شریک کے سوا کسی کی عبادت کے مقتضی نہیں ہیں۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 30 ▲

یعنی اگر تم میری دعوت توحید کو اور اس خبر کو کہ تمہیں اپنے رب کی طرف پلٹنا اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے، جھٹلاتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تاریخ میں اس سے پہلے بھی بہت سے نبی (مثلاً نوح، ہود، صالح

علیہم السلام وغیرہ) یہی تعلیم لے کر آچکے ہیں اور ان کی قوموں نے بھی ان کو اسی طرح جھٹلایا ہے۔ اب تم خود دیکھ لو کہ انہوں نے جھٹلا کر ان نبیوں کا کچھ بگڑایا اپنا انعام خراب کیا۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 31 ▲

یہاں سے **لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** (ان کے لیے دردناک سزا ہے) تک ایک جملہ معرضہ ہے جو حضرت ابراہیمؐ کے قصے کا سلسلہ توڑ کر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا ہے۔ اس اعتراضی تقریر کی مناسبت یہ ہے کہ کفار مکہ جنہیں سبق دینے کے لیے یہ قصہ سنایا جا رہا ہے وہ بنیادی گمراہیوں میں مبتلا تھے۔ ایک شرک و بت پرستی، دوسرے انکار آخرت۔ ان میں سے پہلی گمراہی کا رد حضرت ابراہیمؐ کی اس تقریر میں آچکا ہے جو اوپر نقل کی گئی ہے۔ اب دوسری گمراہی کے رد میں یہ چند فقرے اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ارشاد فرمرا رہا ہے تاکہ دونوں کی تردید ایک ہی سلسلہ کلام میں ہو جائے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 32 ▲

یعنی ایک طرف بے شمار اشیاء عدم سے وجود میں آتی ہیں، اور دوسری طرف ہر نوع کے افراد کے مٹنے کے ساتھ پھرویسے ہی افراد وجود میں آتے چلتے ہیں۔ مشرکین اس بات کو مانتے تھے کہ یہ سب کچھ اللہ کی صفتِ خلق و ایجاد کا نتیجہ ہے۔ انہیں اللہ کے خالق ہونے سے انکار نہ تھا، جس طرح آج کے مشرکین کو نہیں ہے، اس لیے ان کی اپنی مانی ہوئی بات پر یہ دلیل قائم کی گئی ہے کہ جو اللہ تمہارے نزدیک اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتا ہے اور پھر ایک ہی دفعہ تخلیق کر کے نہیں رہ جاتا بلکہ تمہاری آنکھوں کے سامنے مت جانے والی اشیاء کی جگہ پھرویسی، ہی اشیاء پے درپے وجود میں لاتا چلا جاتا ہے، اس کے بارے میں آخر تم نے یہ کیوں سمجھ رکھا ہے کہ تمہارے مر جانے کے بعد وہ پھر تمہیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھا کھڑا نہیں کر سکتا۔ (مزید تشرح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ نمل حاشیہ 80)

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 33 ▲

یعنی جب اللہ کی کارگیری سے بار اول کی تخلیق کا تم خود مشاہدہ کر رہے ہو تو تمہیں سمجھنا چاہیے کہ اسی اللہ کی کارگیری سے بار دیگر بھی تخلیق ہو گی۔ ایسا کرنے اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 34 ▲

یعنی تم کسی ایسی جگہ بھاگ کر نہیں جاسکتے جہاں اللہ کی گرفت سے بچ نکلو، خواہ تم زمین کی تہوں میں کہیں اتر جاؤ یا آسمان کی بلندیوں میں پہنچ جاؤ، بہر حال تمہیں ہر جگہ سے پکڑ کر لا یا جائے گا اور اپنے رب کے سامنے تم حاضر کر دیے جاؤ گے۔ یہی بات سورہ رحمن میں جنوں اور انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے چینچ کے انداز میں فرمائی گئی ہے کہ تم اللہ کی خدائی سے اگر نکل سکتے ہو تو ذرا نکل کر دکھاؤ، اس سے نکلنے کے لیے زور چاہیے اور وہ زور تمہیں حاصل نہیں ہے، اس لیے تم ہر گز نہیں نکل سکتے۔ **يَمْعَثِرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَنٍ** الرحمن (آیت 33)

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 35 ▲

یعنی نہ تمہارا اپنا زور اتنا ہے کہ اللہ کی پکڑ سے بچ جاؤ، اور نہ تمہارا کوئی ولی و سرپرست یا مددگار ایسا زور آور ہے کہ اللہ کے مقابلے میں تمہیں پناہ دے سکے اور اس کے مواخذہ سے تمہیں بچا لے۔ ساری کائنات میں کسی کی یہ مجال نہیں ہے کہ جن لوگوں نے کفر و شرک کا ارتکاب کیا ہے، جنہوں نے احکام خداوندی کے آگے جھکنے سے انکار کیا ہے، جنہوں نے جرات و جسارت کے ساتھ اللہ کی نافرمانیاں کی ہیں اور اس کی زمین میں ظلم و فساد کے طوفان اٹھائے ہیں، ان کا جماعتی بن کر اٹھ سکے اور اللہ کے فیصلہ عذاب کو ان پر نافذ ہونے سے روک سکے، یا اللہ کی عدالت میں یہ کہنے کی ہمت کر سکے کہ یہ میرے ہیں اس لیے جو کچھ بھی انہوں نے کیا ہے اسے معاف کر دیا جائے۔

٣٦ رَكْوَةٌ

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَاءِهِ أُولَئِكَ يَكْسِبُونَ مِنْ رَحْمَتِي وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢١﴾  
 فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِقُوهُ فَأَنْجَهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ إِنَّ فِي ذَلِكَ  
 لَذِيْتِ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذُتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أُوْثَانًا مَوَدَّةً بَيْنِكُمْ فِي  
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُفُّرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَ  
 مَأْوَكُمُ النَّارُ وَمَا تَكُونُ مِنْ نَصِيرٍ يُنَاهِي فَأَمَنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَى رَبِّيْ إِنَّهُ  
 هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٣﴾ وَهَبَنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ التُّبُّوَةَ وَالْكِتَبَ  
 وَأَتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لِمَنَ الصَّالِحِينَ ﴿٢٤﴾ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ  
 لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقُكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَلَمِينَ ﴿٢٥﴾ أَيْنَكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَاجَ  
 وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ لَا وَتَأْتُونَ فِي نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرِ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا  
 ائْتُنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٦﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ

جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا اور اس سے ملاقات کا انکار کیا ہے وہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں <sup>36</sup> اور ان کے لیے دردناک سزا ہے۔

<sup>37</sup> پھر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا ”قتل کر دو سے یا جلاڈ الواس کو۔ <sup>38</sup> آخر کار اللہ نے اُسے آگ سے بچالیا، <sup>39</sup> یقیناً اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لانے والے ہیں۔ <sup>40</sup> اور اس نے کہا ”تم نے دنیا کی زندگی میں تو اللہ کو چھوڑ کر بُتوں کو اپنے درمیان محبت کا ذریعہ بنالیا ہے <sup>42</sup> مگر قیامت کے روز تم ایک دُوسرے کا انکار اور ایک دُوسرے پر لعنت کرو گے <sup>43</sup> اور آگ تمہارا ٹھکانا ہو گی اور کوئی تمہارا مدد گارنہ ہو گا۔ ”<sup>44</sup> اُس وقت لوٹنے اُس کو مانا۔ اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں، <sup>45</sup> وہ زبردست ہے اور حکیم ہے۔ <sup>46</sup> اور ہم نے اُسے اسحاق اور یعقوب <sup>جیسی</sup> اولاد <sup>عنایت فرمائی</sup> <sup>47</sup> اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی، <sup>48</sup> اور اسے دنیا میں اُس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہو گا۔ <sup>49</sup>

<sup>50</sup> اور ہم نے لوٹ کو بھیجا جبکہ اس نے اپنی قوم سے کہا ”تم تو وہ فخش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کیا ہے۔ کیا تمہارا حال یہ ہے کہ مردوں کے پاس جاتے ہو، <sup>51</sup> اور رہزی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بُرے کام کرتے ہو؟“ <sup>52</sup> پھر کوئی جواب اس کی قوم کے پاس اس کے سوانہ تھا کہ انہوں نے کہا ”لے آللہ کا عذاب اگر تو سچا ہے۔“ لوٹ نے کہا ”اے میرے رب، ان مفسدوں کے مقابلے میں میری مدد فرماء۔“ <sup>53</sup>

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 36 ▲

یعنی ان کا کوئی حصہ میری رحمت میں نہیں ہے۔ ان کے لیے کوئی گنجائش اس امر کی نہیں ہے کہ وہ میری رحمت میں سے حصہ پانے کی امید رکھ سکیں۔ ظاہر بات ہے کہ جب انہوں نے اللہ کی آیات کو مانے سے انکار کیا تو خود بخود ان وعدوں سے فائدہ اٹھانے کے حق سے بھی وہ دست بردار ہو گئے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں سے کیے ہیں، پھر جب انہوں نے آخرت کا انکار کیا اور یہ تسلیم ہی نہ کیا کہ انہیں کبھی اپنے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اللہ کی بخشش و مغفرت کے ساتھ کوئی رشتہ امید سرے سے وابستہ ہی ہیں کیا ہے۔ اس کے بعد جب اپنی توقعات کے خلاف وہ عالم آخرت میں آنکھیں کھولیں گے اور اللہ کی ان آیات کو بھی اپنی آنکھوں سے سچا اور برق دیکھ لیں گے جنہیں وہ جھٹلاپکے تھے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہاں وہ رحمت الہی میں سے کوئی حصہ پانے کے امیدوار ہو سکیں۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 37 ▲

یہاں سے پھر سلسلہ کلام حضرت ابراہیمؐ کے قصے کی طرف مرڑتا ہے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 38 ▲

یعنی حضرت ابراہیمؐ کے معقول دلائل کا کوئی جواب ان کے پاس نہ تھا۔ ان کا جواب اگر تھا تو یہ کہ کاٹ دواں زبان کو جو حق بات کہتی ہے اور جینے نہ دواں شخص کو جو ہماری غلطی ہم پر واضح کرتا ہے اور ہمیں اس سے باز آنے کے لیے کہتا ہے۔ "قتل کر دو یا جلا ڈالو" کے الفاظ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ پورا مجمع اس بات پر متفق تھا کہ حضرت ابراہیمؐ کو ہلاک کر دیا جائے، البتہ ہلاک کرنے کے طریقے میں اختلاف تھا۔ کچھ لوگوں کی رائے یہ تھی کہ قتل کیا جائے، اور کچھ کی رائے یہ تھی کہ زندہ جلا دیا جائے تاکہ ہر شخص کو عبرت حاصل ہو جسے آئندہ کبھی ہماری سرز میں میں حق گوئی کا جنون لا حق ہو۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 39 ▲

اس فقرے سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ ان لوگوں نے آخر کار حضرت ابراہیمؑ کو جلانے کا فیصلہ کیا تھا اور وہ آگ میں پھینک دیے گئے تھے۔ یہاں بات صرف اتنی کہی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ سے بچالیا۔ لیکن سورہ الانبیاء میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ آگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ کے لیے ٹھنڈی اور غیر مضر ہو گئی: **قُلْنَا يَنَّا رُكْوِنِي بَرْدًا وَسَلَّمًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ** (آیت 69) "ہم نے کھائے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیمؑ پر"۔ ظاہر ہے کہ اگر ان کو آگ میں پھینکا ہی نہ گیا ہو تو آگ کو یہ حکم دینے کے کوئی معنی نہیں ہیں کہ تو ان پر ٹھنڈی ہو جا اور ان کے لیے سلامتی بن جا۔ اس سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہوتی ہے کہ تمام اشیاء کی خاصیتیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر مبنی ہیں، اور وہ جس وقت جس چیز کی خاصیت کو چاہے بدل سکتا ہے۔ معمول کے مطابق آگ کا عمل یہی ہے کہ وہ جلانے اور آتش پذیر چیز اس میں پڑ کر جل جائے۔ لیکن آگ کا یہ معمول اس کا اپنا قائم کیا ہوا نہیں ہے بلکہ اللہ کا قائم کیا ہوا ہے۔ اور اس معمول نے اللہ کو پابند نہیں کر دیا ہے کہ وہ اس کے خلاف کوئی حکم نہ دے سکے۔ وہ اپنی آگ کا مالک ہے، کسی وقت بھی وہ اسے حکم دے سکتا ہے کہ وہ جلانے کا عمل چھوڑ دے، کسی وقت بھی وہ اپنے ایک اشارے سے آتش کدے کو گلزار میں تبدیل کر سکتا ہے۔ یہ غیر معمولی خرق عادت اس کے ہاں روز رو ز نہیں ہوتے، کسی بڑی حکمت اور مصلحت کی خاطر ہی ہوتے ہیں، لیکن معمولات کو جنہیں روز مرہ دیکھنے کے ہم خو گر ہیں، اس بات کے لیے ہر گز دلیل نہیں ٹھہرایا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ان سے بندھ گئی ہے اور خلاف معمول کوئی واقعہ اللہ کے حکم سے بھی نہیں ہو سکتا۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 40 ▲

یعنی اہل ایمان کے لیے نشانیاں ہیں اس بات میں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خاندان، قوم اور ملک کے مذہب کی پیروی کرنے کے بجائے اس علم حق کی پیروی کی جس کی رو سے انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ شرک باطل ہے اور توحید ہی حقیقت ہے۔ اور اس بات میں کہ وہ قوم کی ہٹ دھرمی اور اس کے شدید تعصب کی پرواکیے بغیر اس کو باطل سے باز آجائے اور حق قبول کر لینے کے لیے پیغم تبلیغ کرتے رہے۔ اور اس بات میں کہ وہ آگ کی ہولناک سزا برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے مگر حق و صداقت سے منہ موڑنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ اور اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام تک کو آزمائشوں سے گزارے بغیر نہ چھوڑا۔ اور اس بات میں کہ جب حضرت ابراہیم اللہ کے ڈالے ہوئے امتحان سے کامیابی کے ساتھ گزرے گئے تب اللہ کی مددان کے لیے آئی اور ایسے معجزانہ طریقہ سے آئی کہ آگ کا الاواؤں کے لیے ٹھنڈا کر دیا گیا۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 41 ▲

سلسلہ کلام سے متRx ہوتا ہے کہ یہ بات آگ سے بسلامت نکل آنے کے بعد حضرت ابراہیم نے لوگوں سے فرمائی ہوگی۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 42 ▲

یعنی تم نے اللہ پرستی کے بجائے بت پرستی کی بنیاد پر اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر کر لی ہے جو دنیوی زندگی کی حد تک تمہارا قومی شیرازہ باندھ سکتی ہے۔ اس لیے کہ یہاں کسی عقیدے پر بھی لوگ جمع ہو سکتے ہیں خواہ حق ہو یا باطل۔ اور ہر اتفاق و اجتماع چاہے وہ کیسے ہی غلط عقیدے پر ہو، باہم دوستیوں، رشتہ داریوں، برادریوں اور دوسرے تمام مذہبی، معاشرتی و تدنی اور معاشی و سیاسی تعلقات کے قیام کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 43 ▲

یعنی عقیدہ باطلہ پر تمہاری یہ ہیئت اجتماعی آخرت میں بن نہیں رہ سکتی۔ وہاں آپس کی محبت، دوستی، تعاون،

رشته داری اور عقیدت و ارادت کے صرف وہی تعلقات برقرار رہ سکتے ہیں جو دنیا میں خدا نے واحد کی بندگی اور نیکی و تقویٰ پر قائم ہوئے ہوں۔ کفر و شرک اور گمراہی و بدراہی پر جڑے ہوئے سارے رشته وہاں کٹ جائیں گے۔ ساری محبتیں دشمنی میں تبدیل ہو جائیں گی، ساری عقیدتیں نفرت میں بدل جائیں گی، بیٹھے اور باپ، شوہر اور بیوی، پیر اور مرید تک ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور ہر ایک اپنی گمراہی کی ذمہ داری دوسرے پر ڈال کر پکارے گا کہ اس ظالم نے مجھے خراب کیا اس لیے اسے دوہر اعذاب دیا جائے۔ یہ بات قرآن مجید میں متعدد مقامات پر فرمائی گئی ہے۔ مثلا سورہ زخرف میں فرمایا: **الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌ إِلَّا الْمُتَّقِينَ**، (آیت 67) "دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے، سوائے متقین کے"۔ سورہ اعراف میں فرمایا **كُلَّنَا دَخَلْتُمْ أُمَّةً لَعْنَتُ أُخْتَهَا حَتَّىٰ إِذَا دَارَ كُوَا فِيهَا جَمِيعًا قَاتَلُوا إِلَيْهِمْ لَا يُؤْلِمُهُمْ رَبَّنَا هُوَ لَأَعْصَلُونَا فَأَتَاهُمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ** (آیت 38) "ہر گروہ جب جہنم میں داخل ہو گا تو اپنے پاس والے گروہ پر لعنت کرتا ہو ادا خل ہو گا حتیٰ کہ جب سب وہاں جمع ہو جائیں گے تو ہر بعد والا گروہ پہلے گروہ کے حق میں کہے گا کہ اے ہمارے رب یہ لوگ تھے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، لہذا انہیں آگ کا دوہر اعذاب دے"۔ اور سورہ احزاب میں فرمایا **قَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطْعَنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا** ﴿٦﴾ **رَبَّنَا أَتِهِمْ ضِعَفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنَانَا كَبِيرًا** ﴿٦٨﴾ (آیات 67-68) "اور وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہم کو راہ سے بے راہ کر دیا، اے ہمارے رب تو انہیں دوہری سزا دے اور ان پر سخت لعنت فرمा"

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 44 ▲

ترتیب کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ سے نکل آئے اور انہوں نے اوپر کے فقرے ارشاد فرمائے اس وقت سارے مجمع میں صرف ایک حضرت لوٹ تھے جنہوں نے آگے بڑھ کر ان کو مانے اور ان کی پیروی اختیار کرنے کا اعلان کیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس موقع پر دوسرا بہت سے لوگ بھی اپنے دل میں حضرت ابراہیمؑ کی صداقت کے قائل ہو گئے ہوں۔ لیکن پوری قوم اور سلطنت کی طرف سے دین ابراہیمؑ کے خلاف جس غصب ناک جذبے کا اظہار اس وقت سب کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا اسے دیکھتے ہوئے کوئی دوسرا شخص ایسے خطرناک حق کو مانے اور اس کا ساتھ دینے کی جرات نہ کر سکا۔ یہ سعادت صرف ایک آدمی کے حصے میں آئی اور وہ حضرت ابراہیمؑ کے سمجھتے حضرت لوٹ تھے جنہوں نے آخر کار ہجرت میں بھی اپنے چچا اور چچی (حضرت سارہ) کا ساتھ دیا۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے جسے رفع کر دینا ضروری ہے۔ ایک شخص سوال کر سکتا ہے کہ کیا اس واقعہ سے پہلے حضرت لوٹؑ کافروں مشرک تھے اور آگ سے حضرت ابراہیمؑ کے بسلامت نکل آنے کا معجزہ دیکھنے کے بعد انہیں نعمت ایمان میسر آئی؟ اگر یہ بات ہے تو کیا نبوت کے منصب پر کوئی ایسا شخص بھی سرفراز ہو سکتا ہے جو پہلے مشرک رہ چکا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن نے یہاں **فَأَمَّنَ لَهُ لُوطٌ** کے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے پہلے حضرت لوٹؑ خداوند عالم کو نہ مانتے ہوں، یا اس کے ساتھ دوسرا معبودوں کو شریک کرتے ہوں، بلکہ ان سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کی رسالت کی تصدیق کی اور ان کی پیروی اختیار کر لی۔ ایمان کے ساتھ جب لام کا صلہ آتا ہے تو اس کے معنی کسی شخص کی بات ماننے اور اس کی اطاعت کرنے کے ہوتے ہیں، ممکن ہے کہ حضرت لوٹؑ اس وقت

ایک نو عمر لڑکے ہی ہوں اور اپنے ہوش میں ان کو پہلی مرتبہ اس موقع پر ہی اپنے چچا کی تعلیم سے واقف ہونے اور ان کی شان رسالت سے آگاہ ہونے کا موقع ملا ہو۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 45 ▲

یعنی اپنے رب کی خاطر ملک چھوڑ کر نکلتا ہوں، اب جہاں میرارب لے جائے گا وہاں چلا جاؤں گا۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 46 ▲

یعنی وہ میری حمایت و حفاظت پر قادر ہے اور میرے حق میں اس کا جو فیصلہ بھی ہو گا حکمت پر منی ہو گا۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 47 ▲

حضرت اسحاقؑ بیٹے تھے اور حضرت یعقوبؑ پوتے۔ یہاں حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹوں کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا ہے کہ اولاد ابراہیمؑ کی مدیانی شاخ میں صرف حضرت شعیبؑ مبعوث ہوئے اور اسماعیلی شاخ میں سرکار رسالت مآب محمد ﷺ تک ڈھائی ہزار سال کی مدت میں کوئی نبی نہیں آیا۔ اس کے بر عکس نبوت اور کتاب کی نعمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مسلسل اس شاخ کو عطا ہوتی رہی جو حضرت اسحاق علیہ السلام سے چلی تھی۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 48 ▲

اس میں وہ تمام انبیاءؑ آگئے جو نسل ابراہیمؑ کی سب شاخوں میں مبعوث ہوئے ہیں۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 49 ▲

مقصود بیان یہ ہے کہ بابل کے وہ حکمران اور پنڈت اور پروہت جنہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو نیچا دکھانا چاہا تھا اور اس کے وہ مشرک باشندے جنہوں نے آنکھیں بند کر کے ان ظالموں کی پیروی کی تھی، وہ تو دنیا سے مت گئے اور ایسے منٹے کہ آج دنیا میں کہیں ان کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ مگر وہ شخص جسے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے جرم میں ان لوگوں نے جلا کر خاک کر دینا چاہا تھا اور جسے آخر کار بے سر و سامانی کے عالم میں

وطن سے نکل جانا پڑا تھا، اس کو اللہ تعالیٰ نے یہ سرفرازی عطا فرمائی کہ چار ہزار برس سے دنیا میں اس کا نام روشن ہے اور قیامت تک رہے گا۔ دنیا کے تمام مسلمان، عیسائی اور یہودی اس خلیل رب العالمین کو بالاتفاق اپنا پیشوامانتے ہیں۔ دنیا کو ان چالیس صدیوں میں جو کچھ بھی ہدایت کی روشنی میسر آئی ہے اسی ایک انسان اور اس کی پاکیزہ اولاد کی بدولت میسر آئی ہے۔ آخرت میں جواجر عظیم اس کو ملے گا وہ تو ملے گا ہی، مگر اس دنیا میں بھی اس نے وہ عزت پائی جو حصول دنیا کے پیچھے جان کھپانے والوں میں سے کسی کو آج تک نصیب نہیں ہوئی۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 50

قابل کے لیے ملاحظہ ہو الاعراف رکوع 10، ہود 7، الحجر 4، الانبیاء 5، الشعراء 9، النمل 4، الاصفات 4، القمر 2۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 51

یعنی ان سے شہوت رانی کرتے ہو، جیسا کہ سورہ اعراف میں ہے: **إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاءِ**۔ (آیت 81) "تم خواہش نفس پوری کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو"۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 52

یعنی یہ نخش کام چھپ کر بھی نہیں کرتے بلکہ علانیہ اپنی مجلسوں میں ایک دوسرے کے سامنے اس کا رتکاب کرتے ہو۔ یہی بات سورہ نمل میں فرمائی ہے: **أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَتُمْ تُبْصِرُونَ**۔ (آیت 54) "کیا تم ایسے بگڑ گئے ہو کہ دیکھنے والی آنکھوں کے سامنے نخش کاری کرتے ہو"۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُوْا أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ إِنَّ أَهْلَهَا  
 كَانُوا ظَلِيمِينَ ﴿١﴾ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًاٌ قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا لَنُنْجِيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا  
 امْرَأَتُهُ كَانَتْ مِنَ الْغَيْرِيْنَ ﴿٢﴾ وَلَمَّا آتَنَا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سَيِّئَهُمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذِرْعًا وَ  
 قَالُوا لَا تَخْفُ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّا مُنْجِوْكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغَيْرِيْنَ ﴿٣﴾ إِنَّا  
 مُنْذِلُونَ عَلَى أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٤﴾ وَلَقَدْ تَرَكْنَا  
 مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٥﴾ وَإِلَى مَدِيْنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًاٌ فَقَالَ يَقُولُ اعْبُدُوا  
 اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْشُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٦﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمْ  
 الرَّجْفَةُ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثِيْمِيْنَ ﴿٧﴾ وَعَادًا وَشُؤُودًا وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنْ  
 مَسْكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَنُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿٨﴾ وَ  
 قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَنَ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُؤْسِي بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا  
 كَانُوا سِقِيْيِنَ ﴿٩﴾ فَكُلَّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ فِيْنُهُمْ مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبَةً وَمِنْهُمْ مَنْ  
 أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَنْ خَسْفَنَا بِهِ الْأَرْضُ وَمِنْهُمْ مَنْ أَخْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ  
 لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفَسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١٠﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ اللَّهِ أُولَيَاءَ

كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ إِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا  
يَعْلَمُونَ ﴿٢٣﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ  
الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعُلَمَاءُ ﴿٢٤﴾ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ  
بِالْحَقِّ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٥﴾

QuranUrdu.com

اور جب ہمارے فرستادے ابراہیمؐ کے پاس بشارت لے کر پہنچے ۵۳ تو انہوں نے اُس سے کہا ”ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں، ۵۴ اس کے لوگ سخت ظالم ہو چکے ہیں۔“

ابراہیمؐ نے کہا ”وہاں تلوٹ موجود ہے۔ ۵۵“ انہوں نے کہا ”ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون کون ہے۔ ہم اُسے، اور اُس کی بیوی کے سوا اس کے باقی گھروالوں کو بچالیں گے۔“ اس کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ ۵۶

پھر جب ہمارے فرستادے لوٹؐ کے پاس پہنچے تو ان کی آمد پر وہ سخت پریشان اور دل تنگ ہوا۔ ۵۷ انہوں نے کہا ”نہ ڈر و اور نہ رنج کرو۔ ۵۸“ ہم تمہیں اور تمہارے گھروالوں کو بچالیں گے، سوئے تمہاری بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ ہم اس بستی کے لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اُس فسق کی بدولت جو یہ کرتے رہے ہیں۔“ اور ہم نے اُس بستی کی ایک کھلی نشانی چھوڑ دی ہے ۵۹ ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ ۶۰

اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ ۶۱ اس نے کہا ”اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو اور روز آخر کے امیدوار رہو ۶۲ اور زمین میں مفسد بن کر زیادتیاں نہ کرتے پھر وو۔“ مگر انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔ ۶۳ آخر کار ایک سخت زلزلے نے انہیں آلیا اور وہ اپنے گھروں میں ۶۴ پڑے کے پڑے رہ گئے۔

اور عاد و نمود کو ہم نے ہلاک کیا، تم وہ مقامات دیکھے چکے ہو جہاں وہ رہتے تھے۔ <sup>65</sup> ان کے اعمال کو شیطان نے ان کے لیے خوشنما بنادیا اور انہیں راہ راست سے برگشتہ کر دیا حالانکہ وہ ہوش گوش رکھتے تھے۔ <sup>66</sup> اور قارون و فرعون وہاں کو ہم نے ہلاک کیا۔ موسیٰ ان کے پاس بینات لے کر آیا مگر انہوں نے زمین میں اپنی بڑائی کا زعم کیا حالانکہ وہ سبقت لے جانے والے نہ تھے۔ <sup>67</sup> آخر کار ہر ایک کو ہم نے اُس کے گناہ میں پکڑا، پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، <sup>68</sup> اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا، <sup>69</sup> اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، <sup>70</sup> اور کسی کو غرق کر دیا۔ <sup>71</sup> اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا، مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔ <sup>72</sup>

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سر پرست بنایا ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے جو اپنا ایک گھر بناتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ علم رکھتے۔ <sup>73</sup> یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جس چیز کو بھی پکارتے ہیں اللہ اُسے خوب جانتا ہے اور وہی زبردست اور حکیم ہے۔ <sup>74</sup> یہ مثالیں ہم لوگوں کی فہمائش کے لیے دیتے ہیں، مگر ان کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے، <sup>75</sup> درحقیقت اس میں ایک نشانی ہے اہل ایمان کے لیے۔ <sup>76</sup> ۶۴

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 53 ▲

سورہ ہود اور سورہ حجر میں اس کی تفصیل یہ بیان ہوئی ہے کہ جو فرشتے قوم لوٹ پر عذاب نازل کرنے کے لیے بھیج گئے تھے وہ پہلے حجرت ابراہیمؑ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے آنحضرت اسحاقؑ اور ان کے بعد حضرت یعقوبؑ کی پیدائش کی بشارت دی، پھر یہ بتایا کہ ہمیں قوم لوٹ کو تباہ کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 54 ▲

"اس بستی" کا اشارہ قوم لوٹ کے علاقے کی طرف ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اس وقت فلسطین کے شہر جرون (موجودہ الخلیل) میں رہتے تھے۔ اس شہر کے جنوب مشرق میں چند میل کے فاصلے پر بحیرہ مردار (Dead Sea) کا وہ حصہ واقع ہے جہاں پہلے قوم لوٹ آباد تھی اور اب جس پر بحیرہ کا پانی پھیلا ہوا ہے۔ یہ علاقہ نشیب میں واقع ہے اور جرون کی بلند پہاڑیوں پر سے صاف نظر آتا ہے۔ اسی لیے فرشتوں نے اس کی طرف اشارہ کر کے حضرت ابراہیمؑ سے عرض کیا کہ "ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں" (ملاحظہ ہو

سورہ شعراء حاشیہ 114)

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 55 ▲

سورہ ہود میں اس قصہ کا ابتدائی حصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے تو حضرت ابراہیمؑ فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھ کر ہی گھبرا گئے، کیونکہ اس شکل میں فرشتوں کا آنا کسی خطرناک مہم کا پیش خیمه ہوا کرتا ہے۔ پھر جب انہوں نے آپ کو بشارت دی اور آپ کی گھبراہٹ دور ہو گئی اور آپ کو معلوم ہوا کہ یہ مہم قوم لوٹ کی طرف جا رہی ہے تو آپ اس قوم کے لیے بڑے اصرار کے ساتھ رحم کی درخواست کرنے لگے فَلَمَّا

**ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّءُوفُ وَجَاءَتُهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ۔ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ**

**مُنِيبٌ**۔ مگر یہ درخواست قبول نہ ہوئی اور فرمایا گیا کہ اس معاملہ میں اب کچھ نہ کہو، تمہارے رب کا فیصلہ

ہو چکا ہے اور یہ عذاب اب ٹلنے والا نہیں ہے۔ **يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرٌ رَّبِّكَ وَلَإِنَّهُمْ أَتَيْهِمْ عَذَابًا غَيْرُ مَرْدُودٍ** ۲۶۔ اس جواب سے جب حضرت ابراہیم گویہ امید باقی نہ رہی کہ قوم لوٹ کی مہلت میں کوئی اضافہ ہو سکے گا، تب انہیں حضرت لوٹ کی فکر لاحق ہوئی اور انہوں نے وہ بات عرض کی جو یہاں نقل کی گئی ہے کہ "وہاں تلوٹ موجود ہے"۔ یعنی یہ عذاب اگر لوٹ کی موجودگی میں نازل ہوا تو وہ اور ان کے اہل و عیال اس سے کیسے محفوظ رہیں گے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 56 ▲

اس عورت کے متعلق سورہ تحریم (آیت 10، میں بتایا گیا ہے کہ یہ حضرت لوٹ کی وفادار نہ تھی، اسی وجہ سے اس کے حق میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ بھی ایک نبی کی بیوی ہونے کے باوجود عذاب میں مبتلا کر دی جائے۔ اغلب یہ ہے کہ حضرت لوٹ ہجرت کے بعد جب اردن کے علاقے میں آکر آباد ہوئے ہوں گے تو انہوں نے اسی قوم میں شادی کر لی ہو گی۔ لیکن ان کی صحبت میں ایک عمر گزار دینے کے بعد بھی یہ عورت ایمان نہ لائی اور اس کی ہمدردیاں اور دلچسپیاں اپنی قوم ہی کے ساتھ وابستہ رہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں رشته دار یاں اور برادریاں کوئی چیز نہیں ہیں، ہر شخص کے ساتھ معاملہ اس کے اپنے ایمان و اخلاق کی بنیاد پر ہوتا ہے، اس لیے پیغمبر کی بیوی ہونا اس کے لیے کچھ بھی نافع نہ ہو سکا اور اس کا انجام اپنے شوہر کے ساتھ ہونے کے بجائے اپنی اس قوم کے ساتھ ہوا جس کے ساتھ اس نے اپنادین و اخلاق وابستہ کر رکھا تھا۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 57 ▲

اس پریشانی اور دل تیگی کی وجہ یہ تھی کہ فرشتے بہت خوبصورت نوجیز لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔ حضرت لوٹ اپنی قوم کے اخلاق سے واقف تھے، اس لیے ان کے آتے ہی وہ پریشان ہو گئے کہ میں اپنے ان مهمانوں کو ٹھہراؤں تو اس بد کردار قوم سے ان کو بچانا مشکل ہے اور نہ ٹھہراؤں تو یہ بڑی بے مرتوی ہے جسے شرافت

گوارا نہیں کرتی۔ مزید برآں یہ اندیشہ بھی ہے کہ اگر میں ان مسافروں کو اپنی پناہ میں نہ لوں گا تو رات انہیں کہیں اور گزارنی پڑے گی اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ گویا میں نے خود انہیں بھیڑیوں کے حوالہ کیا۔ اس کے بعد کا قصہ یہاں بیان نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیلات سورہ ہود، الحجر اور القمر میں بیان ہوئی ہیں کہ ان لڑکوں کی آمد کی خبر سن کر شہر کے بہت سے لوگ حضرت لوط کے مکان پر ہجوم کر کے آگئے اور اصرار کرنے کے وہ اپنے ان مہمانوں کو بدکاری کے لیے ان کے حوالے کر دیں۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 58

یعنی ہمارے معاملہ میں نہ اس بات سے ڈرو کہ یہ لوگ ہمارا کچھ بگاڑ سکیں گے اور نہ اس بات کے لیے فکر مند ہو کہ ہمیں ان سے کیسے بچایا جائے۔ یہی موقع تھا جب فرشتوں نے حضرت لوط پر یہ راز فاش کیا کہ وہ انسان نہیں بلکہ فرشتے ہیں جنہیں اس قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ سورہ ہود میں اس کی تصریح ہے کہ جب لوگ حضرت لوط کے گھر میں گھسے چلے آ رہے تھے اور آپ نے محسوس کیا کہ اب آپ کسی طرح بھی اپنے مہمانوں کو ان سے نہیں بچا سکتے تو آپ پریشان ہو کر چیخ اٹھے کہ **لَوْأَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ أُوَيْ إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ**۔ "کاش میرے پاس تمہیں ٹھیک کر دینے کی طاقت ہوتی یا کسی زور آور کی حمایت میں پاسکلتا"۔ اس وقت فرشتوں نے کہا **إِلَوْطُ إِنَّا رَسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصُلُوا إِلَيْكَ**۔ "اے لوط ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، یہ تم تک ہر گز نہیں پہنچ سکتے"۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 59

اس کھلی نشانی سے مراد ہے بحیرہ مردار جسے بحر لوط بھی کہا جاتا ہے، قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اس ظالم قوم پر اس کے کرتوتوں کی بدولت جو عذاب آیا تھا اس کی ایک نشانی آج بھی شاہراہ عام پر موجود ہے جسے تم شام کی طرف اپنے تجارتی سفروں میں جاتے ہوئے شب و روز دیکھتے

ہو۔ وَإِنَّهَا لَبِسَيْلٍ مُّقِيمٍ (الحجر) اور وَإِنَّكُمْ لَتَمْرُونَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِينَ۔ وَبِالْأَيْلِ۔

### (الصفات)

موجودہ زمانے میں یہ بات قریب قریب یقین کے ساتھ تسلیم کی جا رہی ہے کہ بحیرہ مردار کا جنوبی حصہ ایک ہولناک زلزلہ کی وجہ سے زمین میں دھنس جانے کی بدولت وجود میں آیا ہے اور اسی دھنسے ہوئے حصے میں قوم لوٹگام رکزی شہر سدوم (Sodom) واقع تھا۔ اس حصے میں پانی کے نیچے کچھ ڈوبی ہوئی بستیوں کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ حال میں جدید آلات غوطہ زندگی مدد سے یہ کوشش شروع ہوئی ہے کہ کچھ لوگ نیچے جا کر ان آثار کی جستجو کریں۔ لیکن ابھی تک ان کوششوں کے نتائج سامنے نہیں آئے ہیں۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سورہ شعراء حاشیہ 114)

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 60 ▲

عمل قوم لوٹگی شرعی سزا کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد دوم الاعراف، حاشیہ 68۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 61 ▲

قابل کے لیے ملاحظہ ہو الاعراف، رکوع 11۔ ہود 8۔ الشعراء 10۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 62 ▲

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ آخرت کے آنے کی توقع رکھو، یہ نہ سمجھو کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیوی زندگی ہے اور کوئی دوسری زندگی نہیں ہے جس میں تمہیں اپنے اعمال کا حساب دینا اور جزا و سزا اپانا ہو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ کام کرو جس سے تم آخرت میں انجام بہتر ہونے کی امید کر سکو۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 63 ▲

یعنی اس بات کو تسلیم نہ کیا کہ حضرت شعیب الله کے رسول ہیں، اور یہ تعلیم جو وہ دے رہے ہیں یہ الله تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور اس کو نہ ماننے کا نتیجہ انہیں عذاب الہی کی شکل میں بھگتنا ہو گا۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 64 ▲

گھر سے مراد وہ پورا علاقہ ہے جس میں یہ قوم رہتی تھی۔ ظاہر ہے کہ جب ایک پوری قوم کا ذکر ہو رہا ہو تو اس کا گھر اس کا ملک ہی ہو سکتا ہے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 65 ▲

عرب کے جن علاقوں میں یہ دونوں قومیں آباد تھیں ان سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا۔ جنوبی عرب کا پورا علاقہ جواب احقاف، یمن اور حضرت موت کے نام سے معروف ہے، قدیم زمانہ میں عاد کا مسکن تھا اور اہل عرب اس کو جانتے تھے۔ حجاز کے شمالی حصہ میں رالغ سے عقبہ تک اور مدینہ و خیرہ سے تیما اور تبوک تک کا سارا علاقہ آج بھی شمود کے آثار سے بھرا ہوا ہے اور نزول قرآن کے زمانہ میں یہ آثار موجودہ حالت سے کچھ زیادہ ہی نمایاں ہوں گے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 66 ▲

یعنی جاہل و ندادان نہ تھے۔ اپنے اپنے وقت کے بڑے ترقی یافتہ لوگ تھے۔ اور اپنی دنیا کے معاملات انجام دینے میں پوری ہوشیاری اور دانائی کا ثبوت دیتے تھے۔ اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شیطان ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اور ان کی عقل سلب کر کے انہیں اپنے راستے پر کھینچ لے گیا۔ نہیں، انہوں نے خوب سوچ سمجھ کر آنکھوں دیکھتے شیطان کے پیش کیے ہوئے اس راستے کو اختیار کیا جس میں انہیں بڑی لذتیں اور منفعتیں نظر آتی تھیں اور انبیاء کے پیش کیے ہوئے اس راستے کو چھوڑ دیا جوانہیں خشک اور بد مزہ اور اخلاقی پابندیوں کی وجہ سے تکلیف دہ نظر آتا تھا۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 67 ▲

یعنی بھاگ کر اللہ کی گرفت سے نجٹ لکنے والے نہ تھے۔ اللہ کی تدبیروں کو ناکام کر دینے کی طاقت نہ رکھتے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 68 ▲

یعنی عاد، جن پر مسلسل سات رات اور آٹھ دن تک سخت ہوا کا طوفان برپا رہا۔ (سورہ الحاقہ آیت 7)

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 69 ▲

یعنی شمود۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 70 ▲

یعنی قارون۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 71 ▲

یعنی فرعون اور هامان۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 72 ▲

یہ تمام قصے جو یہاں تک سنائے گئے ہیں، ان کاروئے سخن دو طرف ہے۔ ایک طرف یہ اہل ایمان کو سنائے گئے ہیں تاکہ وہ پست ہمت اور دل شکستہ و مایوس نہ ہوں اور مشکلات و مصائب کے سخت سے سخت طوفان میں بھی صبر و استقلال کے ساتھ حق و صداقت کا علم بلند کیے رکھیں، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں کہ آخر کار اس کی مدد ضرور آئے گی اور وہ ظالموں کو نیچا دکھائے گا اور کلمہ حق کو سر بلند کر دے گا، دوسری طرف یہ ان ظالموں کو بھی سنائے گئے ہیں جو اپنے نزدیک تحریک اسلامی کا بالکل قلع قمع کر دینے پر تھے ہوئے تھے۔ ان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ تم اللہ کے حلم اور اس کی بردباری کا غلط مطلب لے رہے ہو۔ تم نے اللہ کی خدائی کو اندر ہیرنگری سمجھ لیا ہے۔ تمہیں اگر بغاوت و سرکشی اور ظلم و ستم اور بد اعمالیوں پر ابھی تک نہیں پکڑا گیا ہے اور سنہلنے کے لیے محض از راہ عنایت لمبی مہلت دی گئی ہے تو تم اپنی جگہ یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ یہاں کوئی انصاف کرنے والی طاقت سرے سے ہے، ہی نہیں اور اس زمین پر جس کا جو کچھ جی چاہے بلانہایت کیے جاسکتا ہے۔ یہ

غلط فہمی آخر کار تمہیں جس انجام سے دوچار کر کے رہے گی وہ وہی انجام ہے جو تم سے پہلے قوم نوح اور قوم لوط اور قوم شعیب دیکھے چکی ہے جس سے عاد و ثمود دوچار ہو چکے ہیں، اور جسے قارون و فرعون نے دیکھا ہے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 73 ▲

اوپر جتنی قوموں کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب شرک میں مبتلا تھیں اور اپنے معبودوں کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ ہمارے حامی و مددگار اور سرپرست (Guardians) ہیں، ہماری قسمتیں بنانے اور بگاڑنے کی قدرت رکھتے ہیں، ان کی پوجا پاٹ کر کے اور انہیں نذر و نیاز دے کر جب ہم ان کی سرپرستی حاصل کر لیں گے تو یہ ہمارے کام بنائیں گے اور ہم کو ہر طرح کی آفات سے محفوظ رکھیں گے۔ لیکن جیسا کہ اوپر کے تاریخی واقعات میں دکھایا گیا ہے، ان کے یہ تمام عقلائد و اوهام اس وقت بالکل بے بنیاد ثابت ہوئے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بر بادی کا فیصلہ کر دیا گیا۔ اس وقت کوئی دیوتا، کوئی اوتار، کوئی ولی، کوئی روح اور کون جن یا فرشتہ، جسے وہ پوچھتے تھے، ان کی مدد کونہ آیا اور اپنی باطل توقعات کی ناکامی پر کف افسوس ملتے ہوئے وہ سب پیوند خاک ہو گئے۔ ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد ادب اللہ تعالیٰ مشرکین کو متنبہ کر رہا ہے کہ کائنات کے حقیقی مالک و فرمانروا کو چھوڑ کر بالکل بے اختیار بندوں اور سراسر خیالی معبودوں کے اعتماد پر جو توقعات کا گھروند اتم نے بنار کھا ہے اس کی حقیقت مکڑی کے جال سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ جس طرح مکڑی کا جالا ایک انگلی کی چوٹ بھی برداشت نہیں کر سکتا اسی طرح تمہاری توقعات کا یہ گھروند ابھی خدائی تدبیر سے پہلا تصادم ہوتے ہی پاش پاش ہو کر رہ جائے گا۔ یہ محض جہالت کا کرشمہ ہے کہ تم اوهام کے اس چکر میں پڑے ہوئے ہو۔ حقیقت کا کچھ بھی علم تمہیں ہوتا تو تم ان بے بنیاد سہاروں پر اپنا نظام حیات کبھی تعمیر نہ کرتے۔ حقیقت بس یہ ہے کہ اختیارات کا مالک اس کائنات میں ایک رب العالمین کے سوا کوئی نہیں ہے اور اسی کا سہارا وہ سہارا ہے جس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ **فَمَنْ يَكُفِرْ بِالْأَغْوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ**

اَسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا، وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (البقرہ۔ آیت 256) "جو طاغوت سے کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے وہ مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے"۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 74 ▲

یعنی اللہ کو ان سب چیزوں کی حقیقت خوب معلوم ہے جنہیں یہ لوگ معبود بنائے بیٹھے ہیں اور مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ طاقت کا مالک صرف اللہ ہی ہے اور اسی کی تدبیر و حکمت اس کائنات کا نظام چلا رہی ہے۔

ایک دوسرا ترجمہ اس آیت کا یہ بھی ہو سکتا ہے: "اللہ خوب جانتا ہے کہ اسے چھوڑ کر جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں ہیں (یعنی بے حقیقت ہیں) اور عزیز و حکیم بس وہی ہے"۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 75 ▲

یعنی کائنات کا یہ نظام حق پر قائم ہے نہ کہ باطل پر۔ اس نظام پر جو شخص بھی صاف ذہن کے ساتھ غور کرے گا اس پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ زمین و آسمان اوہام و تخیلات پر نہیں بلکہ حقیقت و واقعیت پر کھڑے ہیں۔ یہاں اس امر کا کوئی امکان نہیں ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ جو کچھ بھی سمجھ بیٹھے اور اپنے وہم و گمان سے جو فلسفہ بھی گھڑے وہ ٹھیک بیٹھ جائے۔ یہاں تو صرف وہی چیز کامیاب ہو سکتی ہے اور قرار و ثبات پاسکتی ہے جو حقیقت اور واقعہ کے مطابق ہے۔ خلاف واقعہ قیاسات اور مفروضات پر جو عمارت بھی کھڑی کی جائے گی وہ آخر کار حقیقت سے ٹکر اکر پاش پاش ہو جائے گی۔ یہ نظام کائنات صاف شہادت دے رہا ہے کہ ایک اللہ اس کا خالق ہے اور ایک ہی اللہ اس کا مالک و مدرس ہے۔ اس امر واقعی کے خلاف اگر کوئی شخص اس مفروضے پر کام کرتا ہے کہ اس دنیا کا کوئی اللہ نہیں ہے، یا یہ فرض کر کے چلتا ہے کہ اس کے بہت سے اللہ ہیں جونزرو نیاز کا

مال کھا کر اپنے عقیدت مندوں کو یہاں سب کچھ کرنے کی آزادی اور بخیریت رہنے کی خانست دے دیتے ہیں، تو حقیقت اس کے ان مفروضات کی بدولت ذرہ برابر بھی تبدیل نہ ہو گی بلکہ وہ خود ہی کسی وقت ایک صدمہ عظیم سے دوچار ہو گا۔

### **سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 76 ▲**

یعنی زمین و آسمان کی تخلیق میں توحید کی صداقت اور شرک و دھریت کے بطلان پر ایک صاف شہادت موجود ہے، مگر اس شہادت کو صرف وہی لوگ پاتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی پیش کی ہوئی تعلیمات کو مانتے ہیں۔ ان کا انکار کر دینے والوں کو سب کچھ دیکھنے پر بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

أَتُلُّ مَا آتُهُ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَبِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ

الْمُنْكَرٌ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴿٢﴾ وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَبِ  
 إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ﴿٣﴾ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا أَمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ  
 إِلَيْكُمْ وَالْهُنَّا وَالْهُنُّمْ وَاحِدُو نَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿٤﴾ وَكَذِلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَبَ  
 فَالَّذِينَ أَتَيْنَاهُمُ الْكِتَبَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمِنْ هُؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَا يَجْحَدُ بِاِيمَانِهِ  
 إِلَّا الْكُفَّارُونَ ﴿٥﴾ وَمَا كُنْتَ تَتَسْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَبٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذَا  
 لَأْرَتَابَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٦﴾ بَلْ هُوَ أَيْتُ بَيْنَتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ  
 بِاِيمَانِنَا إِلَّا الظَّلِمُونَ ﴿٧﴾ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزَلَ عَلَيْهِ أَيْتٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْأَيْتُ عِنْدَ  
 اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٨﴾ أَوْلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَبَ يُتْلَى عَلَيْهِمْ إِنَّ  
 فِي ذَلِكَ لَرَحْمَةٌ وَذَكْرُهُ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٩﴾

(۱۰) اے نبی ﷺ تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کی ذریعے سے بھیجی گئی ہے۔ اور نماز قائم کرو، <sup>77</sup> یقیناً نماز فخش اور بُرے کاموں سے روکتی ہے <sup>78</sup> اور اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے۔ <sup>79</sup> اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگ کرتے ہو۔

اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے <sup>81</sup> سوائے ان لوگوں کے جوان میں سے ظالم ہوں <sup>82</sup> ۔۔۔۔۔ اور ان سے کہو کہ ”ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھی گئی ہے اور اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھی گئی تھی، ہمارا اللہ اور تمہارا اللہ ایک ہی ہے اور ہم اسی کے مسلم (فرما بردار) ہیں۔“ <sup>83</sup> اے نبی ﷺ ہم نے اسی طرح تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے، <sup>84</sup> اس لیے وہ لوگ جن کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں، <sup>85</sup> اور ان لوگوں میں سے بھی بہت سے اس پر ایمان لارہے ہیں، <sup>86</sup> اور ہماری آیات کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں۔ <sup>87</sup>

(اے نبی) تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔<sup>88</sup> دراصل یہ روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کے دلوں میں جنہیں علم بخشنا گیا ہے،<sup>89</sup> اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہ جو ظالم ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ”کیوں نہ اُتاری گئیں اس شخص پر نشانیاں<sup>90</sup> اس کے رب کی طرف سے؟“ کہو، ”نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کھول کر“۔ اور کیا ان لوگوں کے لیے یہ (نشانی)<sup>91</sup> کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انھیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟ درحقیقت اس میں رحمت ہے اور نصیحت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔<sup>92</sup>

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 77 ▲

خطاب بظاہر نبی ﷺ سے ہے، مگر دراصل مخاطب تمام اہل ایمان ہیں۔ ان پر جو ظلم و ستم اس وقت توڑے جاری ہے تھے اور ایمان پر قائم رہنے میں جن شدید حوصلہ شکن مشکلات سے ان کو سابقہ پیش آ رہا تھا، ان کا مقابلہ کرنے کے لیے پچھلے چار رکوعوں میں صبر و ثبات اور توکل علی اللہ کی مسلسل تلقین کرنے کے بعد اب انہیں عملی تدبیر یہ بتائی جا رہی ہے کہ قرآن کی تلاوت کریں اور نماز قائم کریں، کیونکہ یہی دو چیزیں ایسی ہیں جو ایک مومن میں وہ مضبوط سیرت اور وہ زبردست صلاحیت پیدا کرتی ہیں جن سے وہ باطل کی بڑی سے بڑی طغیانیوں اور بدی کے سخت سخت طوفانوں کے مقابلہ میں نہ صرف کھڑارہ سکتا ہے بلکہ ان کا منہ پھیر سکتا ہے۔ لیکن تلاوت قرآن اور نماز سے یہ طاقت انسان کو اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ وہ قرآن کے محض الفاظ پر اكتفانہ کرے بلکہ اس کی تعلیم کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر اپنی روح میں جذب کرتا چلا جائے، اور اس کی نماز صرف حرکات بدن تک محدود نہ رہے بلکہ اس کے قلب کا وظیفہ اور اس کے اخلاق و کردار کی قوتِ محركہ بن جائے، نماز کے وصف مطلوب کو تو آگے کے فقرے میں قرآن خود بیان کر رہا ہے۔ رہی تلاوت تو اس کے متعلق یہ جان لینا چاہیے کہ جو تلاوت آدمی کے حلق سے تجاوز کر کے اس کے دل تک نہیں پہنچتی وہ اسے کفر کی طغیانیوں کے مقابلے کی طاقت تو در کنار خود ایمان پر قائم رہنے کی طاقت بھی نہیں بخش سکتی، جیسا کہ حدیث میں ایک گروہ کے متعلق آیا ہے کہ **يَقُولُ الْقُرْآنُ لَا يَجُوزُ حِنْاجُهُمْ يَرْقُونَ مِنَ الدِّينِ مَرْوِقُ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَةِ**۔ "وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے"۔ (بخاری، مسلم، مؤطا) درحقیقت جس تلاوت کے بعد آدمی کے ذہن و فکر اور اخلاق و کردار میں کوئی تبدیلی نہ ہو بلکہ قرآن پڑھ کر بھی آدمی وہ سب کچھ کرتا رہے جس سے قرآن منع کرتا رہے وہ ایک مومن کی تلاوت ہے ہی نہیں۔ اس کے متعلق تونی

صلی اللہ علیہ وسلم صاف فرماتے ہیں کہ ما امن بالقرآن من استحل محرامہ۔ "قرآن پر ایمان نہیں لا یا وہ شخص جس نے اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر لیا" (ترمذی بروایت صحیب رومی رضی اللہ عنہ) ایسی تلاوت آدمی کے نفس کی اصلاح کرنے اور اس کی روح کو تقویت دینے کے بجائے اس کو اپنے اللہ کے مقابلہ میں اور زیادہ ڈھیٹ اور اپنے ضمیر کے آگے اور زیادہ بے حیا بنا دیتی ہے اور اس کے اندر کیر کٹر نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہنے دیتی۔ کیونکہ جو شخص قرآن کو اللہ کی کتاب مانے اور اسے پڑھ کر یہ معلوم بھی کرتا رہے کہ اس کے اللہ نے اسے کیا ہدایت دی ہیں اور پھر اس کی ہدایات کی خلاف ورزی کرتا چلا جائے اس کا معاملہ تو اس مجرم کا ساہے جو قانون سے ناواقفیت کی بنادر نہیں بلکہ قانون سے خوب واقف ہونے کے بعد جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس پوزیشن کو سرکار رسال مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر سے فقرے میں بہترین طریقے پر یوں واضح فرمایا ہے کہ القرآن حجۃ لک او علیک، "القرآن حجت ہے تیرے حق میں یا تیرے خلاف" (مسلم) یعنی اگر تو قرآن کی ٹھیک ٹھیک پیروی کرتا ہے تو وہ تیرے حق میں حجت ہے۔ دنیا سے آخرت تک جہاں بھی تجھ سے باز پرس ہو تو اپنی صفائی میں قرآن کو پیش کر سکتا ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے اس کتاب کے مطابق کیا ہے، اگر تیرا عمل واقعی اس کے مطابق ہوا تو نہ دنیا میں کوئی قاضی اسلام تجھے سزادے سکے گا اور نہ آخرت میں داور محشر ہی کے ہاں اس پر تیری پکڑ ہو گی۔ لیکن اگر یہ کتاب تجھے پہنچ چکی ہو، اور تو نے اسے پڑھ کر یہ معلوم کر لیا ہو کہ تیرا رب تجھ سے کیا چاہتا ہے کس چیز کا تجھے حکم دیتا ہے اور کس چیز سے تجھے منع کرتا ہے، اور پھر تو اس کے خلاف رو یہ اختیار کرے تو یہ کتاب تیرے خلاف حجت ہے، یہ تیرے اللہ کی عدالت میں تیرے خلاف فوجداری کا مقدمہ اور زیادہ مضبوط کر دے گی، اس کے بعد ناواقفیت کا عذر پیش کر کے پنج جانا یا ہلکی سزا اپنا تیرے لیے ممکن نہ رہے گی۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 78 ▲

یہ نماز کے بہت سے اوصاف میں سے ایک اہم وصف ہے جسے موقع و محل کی مناسبت سے یہاں نمایاں کر کے پیش کیا گیا ہے۔ مکہ کے اس ماحول میں جن شدید مزاحمتوں سے مسلمانوں کو سابقہ درپیش تھا ان کا مقابلہ کرنے کے لیے انہیں مادی طاقت سے بڑھ کر اخلاقی طاقت درکار تھی۔ اس اخلاقی طاقت کی پیدائش اور اس کے نشوونما کے لیے پہلے دو تدبیروں کی نشاندہی کی گئی۔ ایک تلاوت قرآن، دوسرے اقامت صلوٰۃ، اس کے بعد اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ اقامت صلوٰۃ وہ ذریعہ ہے جس سے تم لوگ ان برائیوں سے پاک ہو سکتے ہو جن میں اسلام قبول کرنے سے پہلے تم خود مبتلا تھے اور جن میں تمہارے گرد و پیش اہل عرب کی اور عرب سے باہر کی جاہلی سوسائٹی اس وقت مبتلا ہے۔

غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس موقع پر نماز کے اس خاص فائدے کا ذکر کیوں کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اخلاقی برائیوں سے پاک ہونا اپنے اندر صرف اتنا ہی فائدہ نہیں رکھتا کہ یہ بجائے خود ان لوگوں کے لیے دنیا و آخرت میں نافع ہے جنہیں یہ پاکیزگی حاصل ہو، بلکہ اس کالازمی فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے ان کو ان سب لوگوں پر زبردست برتری حاصل ہو جاتی ہے جو طرح طرح کی اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہوں اور جاہلیت کے اس ناپاک نظام کو جوان برائیوں کی پرورش کرتا ہے، برقرار رکھنے کے لیے ان پاکیزہ انسانوں کے مقابلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہوں۔ فحشاء اور منکر کا اطلاق جن برائیوں پر ہوتا ہے انہیں انسان کی فطرت بر جانتی ہے اور ہمیشہ سے ہر قوم اور ہر معاشرے کے لوگ، خواہ وہ عملاء کیسے ہی بگڑے ہوئے ہوں، اصولاً ان کو برائی سمجھتے رہے ہیں۔ نزول قرآن کے وقت عرب کامعاشرہ بھی اس عام کلیے سے مستثنی نہ تھا۔ اس معاشرے کے لوگ بھی اخلاق کی معروف خوبیوں اور برائیوں سے واقف تھے، بدی کے مقابلے میں نیکی کی قدر بیچانتے تھے، اور شاید ہی ان کے اندر کوئی ایسا شخص ہو جو برائی کو بھلانی سمجھتا ہو یا

بھلائی کو بری نگاہ سے دیکھتا ہو۔ اس حالت میں اس بگڑے ہوئے معاشرے کے اندر کسی ایسی تحریک کا اٹھنا جس سے وابستہ ہوتے ہی خود اسی معاشرے کے افراد اخلاقی طور پر بدل جائیں اور اپنی سیرت و کردار میں اپنے ہم عصروں سے نمایاں طور پر بلند ہو جائیں، لامحالہ اپنا اثر کیے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ ممکن نہ تھا کہ عرب کے عام لوگ برائیوں کو مٹانے والی اور نیک اور پاکیزہ انسان بنانے والی اس تحریک کا اخلاقی وزن محسوس نہ کرتے اور اس کے مقابلے میں محض جاہلی تعصبات کے کھوکھلے نعروں کی بنابر ان لوگوں کا ساتھ دیے چلے جاتے جو خود اخلاقی برائیوں میں بتلا تھے اور جاہلیت کے اس نظام کو قائم رکھنے کے لیے لڑ رہے تھے جو ان برائیوں کو صدیوں سے پرورش کر رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اس موقع پر مسلمانوں کو مادی و سائیل اور طاقتیں فراہم کرنے کے بجائے نماز قائم کرنے کی تلقین کی تاکہ یہ ممٹھی بھر انسان اخلاق کی وہ طاقت اپنے اندر پیدا کر لیں جو لوگوں کے دل جیت لے اور تیر تفگ کے بغیر دشمنوں کو شکست دیدے۔

نماز کی یہ خوبی جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک اس کا وصف لازم ہے یعنی یہ کہ وہ فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔ اور دوسرا اس کا وصف مطلوب ہے، یعنی یہ کہ اس کا پڑھنے والا واقعی فحشاء اور منکر سے رک جائے۔ جہاں تک روکنے کا تعلق ہے، نماز لازماً یہ کام کرتی ہے، جو شخص بھی نماز کی نوعیت پر ذرا سا غور کرے گا کہ انسان کو برائیوں سے روکنے کے لیے جتنے بریک بھی لگانے ممکن ہیں ان میں سب سے زیادہ کارگر بریک نماز ہی ہو سکتی ہے۔ آخر اس سے بڑھ کر موثرمانع اور کیا ہو سکتا ہے کہ آدمی کو ہر روز دن میں پانچ وقت اللہ کی یاد کے لیے بلا یا جائے اور اس کے ذہن میں یہ بات رازہ کی جائے کہ تو اس دنیا میں آزاد و خود مختار نہیں ہے بلکہ ایک اللہ کا بندہ ہے، اور تیراللہ وہ ہے جو تیرے کھلے اور چھپے تمام اعمال سے حتیٰ کہ تیرے دل کے ارادوں اور نیتوں تک سے واقف ہے، اور ایک وقت ضرور ایسا آنا ہے جب تھے اس اللہ کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کی جواب دی کرنی ہو گی۔ پھر اس یاد دہانی پر بھی اکتفانہ کی جائے

بلکہ آدمی کو عملًا ہر نماز کے وقت اس بات کی مشق کرائی جاتی ہے کہ وہ چھپ کر بھی اپنے اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔ نماز کے لیے اٹھنے کے وقت سے لیکر نماز ختم کرنے تک مسلسل آدمی کو وہ کام کرنے پڑتے ہیں جن میں اس کے اور اللہ کے سوا کوئی تیسری ہستی یہ جاننے والی نہیں ہوتی کہ اس شخص نے اللہ کے قانون کی پابندی کی ہے یا اسے توڑ دیا ہے۔ مثلاً اگر آدمی کا وضو ساقط ہو چکا ہو اور وہ نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے تو اس کے اور اللہ کے سوا آخر کسے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ وضو سے نہیں ہے۔ اگر آدمی نماز کی نیت ہی نہ کرے اور بظاہر رکوع و سجود اور قیام و قعود کرتے ہوئے اذکار نماز پڑھنے کے بجائے خاموشی کے ساتھ غزلیں پڑھتا رہے تو اس کے اور اللہ کے سوا کس پر یہ راز فاش ہو سکتا ہے کہ اس نے دراصل نماز نہیں پڑھی ہے۔ اس کے باوجود جب آدمی جسم اور لباس کی طہارت سے لے کر نماز کے ارکان اور اذکار تک قانون خداوندی کی تمام شرائط کے مطابق ہر روز پانچ وقت نماز ادا کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نماز کے ذریعہ سے روزانہ کئی کئی بار اس کے ضمیر میں زندگی پیدا کی جا رہی ہے، اس میں ذمہ داری کا احساس بیدار کیا جا رہا ہے، اسے فرض شناس انسان بنایا جا رہا ہے، اور اس کو عملًا اس بات کی مشق کرائی جا رہی ہے کہ وہ خود اپنے جذبہ اطاعت کے زیر اثر خفیہ اور علانیہ ہر حال میں اس قانون کی پابندی کرے جس پر وہ ایمان لا رہا ہے، خواہ خارج میں اس سے پابندی کرانے والی کوئی طاقت موجود ہو یانہ ہو اور خواہ دنیا کے لوگوں کو اس کے عمل کا حال معلوم ہو یانہ ہو۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں ہے کہ نماز صرف یہی نہیں کہ آدمی کو فحشاء و منکر سے روکتی ہے بلکہ در حقیقت دنیا میں کوئی دوسرا طریق تربیت ایسا نہیں ہے جو انسان کو برا یوں سے روکھنے کے معاملہ میں اس درجہ موثر ہو۔ اب رہایہ سوال کہ آدمی نماز کی پابندی اختیار کرنے کے بعد عملًا بھی برا یوں سے رکتا ہے یا نہیں، تو اس کا انحصار خود اس آدمی پر ہے جو اصلاح نفس کی یہ تربیت لے رہا ہو۔ وہ اس سے فالدہ اٹھانے کی نیت رکھتا ہو اور اس کی کوشش کرے تو نماز کے اصلاحی اثرات اس پر مترب ہوں گے، ورنہ ظاہر

ہے کہ دنیا کی کوئی تدبیر اصلاح بھی اس شخص پر کارگر نہیں ہو سکتی جو اس کا اثر قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہ ہو، یا جان بوجھ کر اس کی تاثیر کو دفع کرتا رہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے غذا کی لازمی خاصیت بدن کا تغذیہ اور نشوونما ہے، لیکن یہ فائدہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جبکہ آدمی اسے جزو بدن بننے دے، اگر کوئی شخص ہر کھانے کے بعد فوراً ہی قے کر کے ساری غزا باہر نکالتا چلا جائے تو اس طرح کا کھانا اس کے لیے کچھ بھی نافع نہیں ہو سکتا۔ جس طرح ایسے شخص کی نظیر سامنے لا کر آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ غذا موجب تغذیہ بدن نہیں ہے کیونکہ فلاں شخص کھانا کھانے کے باوجود سوکھتا چلا جا رہا ہے، اسی طرح بد عمل نمازی کی مثال پیش کر کے آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ نماز برا یوں سے روکنے والی نہیں ہے کیونکہ فلاں شخص نماز پڑھنے کے باوجود بد عمل ہے، ایسے نمازی کے متعلق تو یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ وہ در حقیقت نماز نہیں پڑھتا جیسے کھانا کھا کر قے کر دینے والے کے متعلق یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ وہ در حقیقت کھانا نہیں کھاتا۔

ٹھیک یہی بات بات ہے جو متعدد احادیث میں نبی ﷺ اور بعض اکابر صحابہ و تابعین سے مردی ہوئی ہے۔ عمران بن حصین کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا **مَنْ لَمْ تُنْهِهِ صَلَاةَ اللَّهِ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ**۔ "جسے اس کی نمازن فخش اور برابر کاموں سے نہ روکا اس کی نماز نہیں ہے"۔ (ابن ابی حاتم) ابن عباس حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: **مَنْ لَمْ تُنْهِهِ صَلَاةَ اللَّهِ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ لَمْ يَزَدِدْ بَهَا مَنْ أَلَّا بَعْدًا**۔ "جس کی نمازن اسے فخش اور برابر کاموں سے نہ روکا اس کو اس کی نمازن اللہ سے اور زیادہ دور کر دیا"۔ (ابن ابی حاتم، طبرانی) یہی مضمون جناب حسن بصریؓ نے بھی حضور سے مرسل اور ایت کیا ہے۔ (ابن جریر، بیہقی) ابن مسعودؓ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد مردی ہے **لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَطِعْ الصَّلَاةَ وَ طَاعَةَ الصَّلَاةِ أَنْ تُنْهَىَ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ**۔ "اس شخص کی کوئی نماز نہیں ہے جس نے نماز کی اطاعت نہ کی، اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ آدمی فحشاء و مکر سے رک جائے"۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم) اسی مضمون

کے متعدد اقوال حضرات عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس، حسن بصری، قادہ اور اعمش وغیرہم (رضی اللہ عنہم) سے منقول ہیں۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں، جو شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ اس کی نماز قبول ہوئی ہے یا نہیں، اسے دیکھنا چاہیے کہ اس کی نمازنے اسے فحشاء اور منکر سے کہاں تک باز رکھا۔ اگر نماز کے روکنے سے وہ برائیاں کرنے سے رک گیا ہے تو اس کی نماز قبول ہوئی ہے۔ (روح المعانی)

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 79 ▲

اس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اللہ کا ذکر (یعنی نماز) اس سے بزرگ تر ہے، اس کی تاثیر صرف سلبی ہی نہیں ہے کہ برائیوں سے روکے، بلکہ اس سے بڑھ کر وہ نیکیوں پر ابھارنے والی اور سبقت الی الخیرات پر آمادہ کرنے والی چیز بھی ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی یاد بجائے خود بہت بڑی چیز ہے۔ خیر الاعمال ہے، انسان کا کوئی عمل اس سے افضل نہیں ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا تمہیں یاد کرنا تمہارے اس کو یاد کرنے سے زیادہ بڑی چیز ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: **فَاذْكُرُوهُنِّيَّ آذْكُرْكُمْ** (البقرہ، آیت 152) "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا"۔ پس جب بندہ نماز میں اللہ کو یاد کرے گا تو لا محالہ اللہ بھی اس کو یاد کرے گا۔ اور یہ فضیلت کہ اللہ کسی بندے کو یاد کرے، اس سے بزرگ تر ہے کہ بندہ اللہ کو یاد کرے۔ ان تین مطالب کے علاوہ ایک اور لطیف مطلب یہ بھی ہے جسے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد نماز تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ اس سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ جب آدمی روزہ رکھتا ہے یا زکوہ دیتا ہے یا کوئی نیک کام کرتا ہے تو لا محالہ اللہ کو یاد ہی کرتا ہے، تبھی تو اس سے وہ عمل نیک صادر ہوتا ہے، اسی طرح جب آدمی کسی برائی کے موقع سامنے آنے پر اس سے پرہیز کرتا ہے تو یہ بھی اللہ کی یاد ہی کا نتیجہ ہوتا ہے، اس لیے یاد ہی ایک مومن کی پوری زندگی پر حاوی ہوئی ہے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 80 ▲

واضح رہے کہ آگے چل کر اسی سورہ میں ہجرت کی تلقین کی جا رہی ہے۔ اس وقت جبش ہی ایک ایسا مامن تھا جہاں مسلمان ہجرت کر کے جاسکتے تھے۔ اور جبش پر اس زمانے میں عیسائیوں کا غالبہ تھا، اس لیے ان آیات میں مسلمانوں کو ہدایات دی جا رہی ہیں کہ اہل کتاب سے جب سابقہ پیش آئے تو ان سے دین کے معاملہ میں بحث و کلام کا کیا انداز اختیار کریں۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 81 ▲

یعنی مباحثہ معقول دلائل کے ساتھ، مہذب و شاستر زبان میں، اور افہام و تفہیم کی اسپرٹ میں ہونا چاہیے، تاکہ جس شخص سے بحث کی جا رہی ہو اس کے خیالات کی اصلاح ہو سکے۔ مبلغ کو فکر اس بات کی ہونی چاہیے کہ وہ مخاطب کے دل کا دروازہ کھول کر حق بات اس میں اتار دے اور اسے راہ راست پر لائے۔ اس کو ایک پہلوان کی طرح نہیں لڑنا چاہیے جس کا مقصد اپنے مقابل کو نیچا کھانا ہوتا ہے۔ بلکہ اس کو ایک حکیم کی طرح چارہ گری کرنی چاہیے جو مریض کا علاج کرتے ہوئے ہر وقت یہ بات ملحوظ رکھتا ہے کہ اس کی اپنی کسی غلطی سے مریض کا مرض اور زیادہ بڑھنے جائے، اور اس امر کی پوری کوشش کرتا ہے کہ کم سے کم تکلیف کے ساتھ مریض شفا یاب ہو جائے۔ یہ ہدایت اس مقام پر تو موقع کی مناسبت سے اہل کتاب کے ساتھ مباحثہ کرنے کے معاملہ میں دی گئی ہے، مگر یہ اہل کتاب کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ تبلیغ دین کے باب میں ایک عام ہدایت ہے جو قرآن مجید میں جگہ جگہ دی گئی ہے۔ مثلاً:

أَدْعُ إِلَى سَبِيلٍ رَّبِيعَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمُوعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلُهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

(النحل، آیت 125)



"دعوت دو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ پند و نصیحت کے ساتھ، اور لوگوں سے مباحثہ کرو"

ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو

**وَلَا تُسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ إِذْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ**

**عَدَاؤُهُ كَانَهُ وَلِيٌ حَمِيمٌ** ﴿٣﴾ (حمد السجدة، آیت 34)

"بھلانی اور برائی کیساں نہیں ہیں (مخالفین کے حملوں کی) مدافعت ایسے طریقہ سے کرو جو بہترین ہو تم دیکھو گے کہ وہی شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت تھی وہ ایسا ہو گیا جیسے گرم جوش دوست ہے۔

**إِذْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ** ﴿٩٦﴾ (المومنون، آیت 96)

تم بدی کو اچھے ہی طریقہ سے دفع کرو ہمیں معلوم ہے جو باتیں وہ (تمہارے خلاف) بناتے ہیں

**خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجُهَلِينَ** ﴿١٩٩﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَنِ نَزْغٌ

**فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ** ﴿٢٠٠﴾ (الاعراف، آیت 199-200)

"در گزر کی روشن اختیار کرو، بھلانی کی تلقین کرو، اور جاہلوں کے منه نہ لگو، اور اگر (ترکی بہتر کی جواب دینے کے لیے) شیطان تمہیں اکسائے تو اللہ کی پناہ مانگو"۔

## ▲ سورۃ العنكبوت حاشیہ نمبر: 82

یعنی جو لوگ ظلم کارویہ اختیار کریں ان کے ساتھ ان کے ظلم کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف رویہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وقت ہر حال میں اور ہر طرح کے لوگوں کے مقابلہ میں نرم و شیریں ہی نہ بنے رہنا چاہیے کہ دنیاداعی حق کی شرافت کو کمزوری اور مسکنست سمجھ بیٹھے۔ اسلام اپنے پیروؤں کو شاشنگی، شرافت اور معقولیت تو ضرور سکھاتا ہے مگر عاجزی و مسکینی نہیں سکھاتا کہ وہ ہر ظالم کے لیے نرم چارہ بن کر رہیں۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 83 ▲

ان فقروں میں اللہ تعالیٰ نے خود اس عمدہ طریق بحث کی طرف رہنمائی فرمائی ہے جسے تبلیغ حق کی خدمت انجام دینے والوں کو اختیار کرنا چاہیے۔ اس میں یہ سکھایا گیا ہے کہ جس شخص سے تمہیں بحث کرنی ہو اس کی گمراہی کو بحث کا نقطہ آغاز نہ بناؤ، بلکہ بات اس سے شروع کرو کہ حق و صداقت کے وہ کونے اجزاء ہیں جو تمہارے اور اس کے درمیان مشترک ہیں، یعنی آغاز کلام نکات اختلاف سے نہیں بلکہ نکات اتفاق سے ہونا چاہیے پھر انہی متفق علیہ امور سے استدلال کر کے مخاطب کو یہ سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ جن امور میں تمہارے اور اس کے درمیان اختلاف ہے ان میں تمہارا مسلک متفق علیہ بنيادوں سے مطابقت رکھتا ہے اور اس کا مسلک ان سے متضاد ہے۔

اس سلسلے میں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اہل کتاب مشرکین عرب کی طرح وحی و رسالت اور توحید کے منکرنہ تھے بلکہ مسلمانوں کی طرح ان سب حقیقوں کو مانتے تھے۔ ان بنيادی امور میں اتفاق کے بعد اگر کوئی بڑی بنياد اختلاف ہو سکتی تھی تو وہ یہ کہ مسلمان ان کے ہاں آئی ہوئی آسمانی کتابوں کو نہ مانتے اور اپنے ہاں آئی ہوئی کتاب پر ایمان لانے کی انہیں دعوت دیتے اور اس کے نہ ماننے پر انہیں کافر قرار دیتے۔ یہ جھگڑے کی بڑی مضبوط وجہ ہوتی، لیکن مسلمانوں کا موقف اس سے مختلف تھا۔ وہ تمام ان کتابوں کو برحق تسلیم کرتے تھے جو اہل کتاب کے پاس موجود تھیں، اور پھر اس وحی پر ایمان لائے تھے جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد یہ بتانا اہل کتاب کا کام تھا کہ کس معقول وجہ سے وہ اللہ ہی کی نازل کردہ ایک کتاب کو مانتے اور دوسری کتاب کا انکار کرتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں مسلمانوں کو تلقین فرمائی ہے کہ اہل کتاب سے جب سابقہ پیش آئے تو سب سے پہلے ثبت طور پر اپنا بھی موقف ان کے سامنے پیش کرو۔ ان سے کہو کہ جس اللہ کو تم مانتے ہو سای کو ہم مانتے ہیں اور ہم اس کے فرماں بردار ہیں۔ اس کی طرف سے جو احکام و ہدایات اور

تعلیمات بھی آئی ہیں ان سب کے آگے ہمارا سر تسلیم خم ہے، خواہ وہ تمہارے ہاں آئی ہوں یا ہمارے ہاں۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں۔ ملک اور قوم اور نسل کے بندے نہیں کہ ایک جگہ اللہ کا حکم آئے تو ہم مانیں اور اسی اللہ کا حکم دوسری جگہ آئے تو ہم اس کو نہ مانیں۔ قرآن مجید میں یہ بات جگہ جگہ دہرائی گئی ہے اور خصوصاً اہل کتاب سے جہاں سابقہ پیش آیا ہے وہاں تو اسے زور دے کر بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ البقرہ آیات 4-136-177-285۔ آل عمران آیت 84۔ النساء 136-150-152۔ الشوری 162-164۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 84 ▲

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح پہلے انبیاء پر ہم نے کتابیں نازل کی تھیں اسی طرح اب یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ دوسرا یہ کہ ہم نے اسی تعلیم کے ساتھ یہ کتاب نازل کی ہے کہ ہماری پچھلی کتابوں کا انکار کر کے نہیں بلکہ ان سب کا اقرار کرتے ہوئے اسے مانا جائے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 85 ▲

سیاق و سبق خود بتارہا ہے کہ اس سے مراد تمام اہل کتاب نہیں ہیں بلکہ وہ اہل کتاب ہیں جن کو کتب الہیہ کا صحیح علم و فہم نصیب ہوا تھا، جو "چار پائے بروکتابے چند" کے مصدق مخصوص کتاب بردار قسم کے اہل کتاب نہیں تھے، بلکہ حقیقی معنی میں اہل کتاب تھے۔ ان کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہوئی یہ آخری کتاب آئی تو انہوں نے کسی ضد اور ہٹ دھرمی اور تعصب سے کام نہ لیا اور اسے بھی ویسے ہی اخلاص کے ساتھ تسلیم کر لیا کہ جس طرح پچھلی کتابوں کو تسلیم کرتے تھے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 86 ▲

"ان لوگوں" کا اشارہ اہل عرب کی طرف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق پسند لوگ ہر جگہ اس پر ایمان لارہے ہیں خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہوں یا غیر اہل کتاب میں سے۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 87 ▲

یہاں کافر سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے تعصبات کو چھوڑ کر حق بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں، یا وہ جو اپنی خواہشات نفس اور اپنی بے لگام آزادیوں پر پابندیاں قبول کرنے سے جی چراتے ہیں اور اس بنا پر حق کا انکار کرتے ہیں۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 88 ▲

یہ نبی ﷺ کی نبوت کے ثبوت میں وہی استدلال ہے جو اس سے پہلے سورہ یونس اور سورہ قصص میں گزر چکا ہے (ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، تفسیر سورہ یونس حاشیہ نمبر 21، تفسیر سورہ قصص حاشیہ نمبر 109، 64 اس مضمون کی مزید تشریع کے لیے تفہیم القرآن، تفسیر سورہ نحل حاشیہ 107، بنی اسرائیل حاشیہ 105، المونون حاشیہ 66، الفرقان حاشیہ 12، اور الشوری حاشیہ 84 کا مطالعہ بھی مفید ہو گا)

اس آیت میں استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ نبی ﷺ ان پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ کے اہل وطن اور رشتہ و برادری کے لوگ جن کے درمیان روز پیدائش سے سن کھلوٹ کو پہنچنے تک آپ ﷺ کی ساری زندگی بسر ہوئی تھی، اس بات سے خوب واقف تھے کہ آپ نے عمر بھرنہ کبھی کوئی کتاب پڑھی، نہ کبھی قلم ہاتھ میں لیا۔ اس امر واقعہ کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ کتب آسمانی کی تعلیمات، انبیاء سابقین کے حالات، مذاہب و ادیان کے عقائد، قدیم قوموں کی تاریخ اور تمدن و اخلاق و معیشت کے اہم مسائل پر جس و سیع اور گھرے علم کا اظہار اس اُمیٰ کی زبان سے ہو رہا ہے یہ اس کو وحی کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر اس کو نوشت و خواند کا علم ہوتا اور لوگوں نے کبھی اسے کتابیں پڑھتے اور مطالعہ و تحقیق کرتے دیکھا ہوتا تو باطل پرستوں کے لیے یہ شک کرنے کی کچھ بنیاد ہو بھی سکتی تھی کہ یہ علم وحی سے نہیں بلکہ اخذ و اكتساب سے حاصل کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی اُمیت نے تو ایسے کسی شک کے لیے

برائے نام بھی کوئی بنیاد باقی نہیں چھوڑی ہے۔ اب خالص ہٹ دھرمی کے سوا اس کی نبوت کا انکار کرنے کی اور کوئی وجہ نہیں ہے جسے کسی درجہ میں بھی معقول کیا جاسکتا ہو۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 89 ▲

یعنی ایک اُمیٰ کا قرآن جیسی کتاب پیش کرنا اور یا کیا اُن غیر معمولی کمالات کا مظاہرہ کرنا جن کے لیے کسی سابقہ تیاری کے آثار کبھی کسی کے مشاہدے میں نہیں آئے، یہی دانش و بینش رکھنے والوں کی نگاہ میں اس کی پیغمبری پر دلالت کرنے والی روشن ترین نشانیاں ہیں۔ دنیا کی تاریخی ہستیوں میں سے جس کے حالات کا بھی جائزہ لیا جائے، آدمی اُس کے اپنے ماحول میں اُن اسباب کا پتہ چلا سکتا ہے کہ جو اس کی شخصیت بنانے اور اس سے ظاہر ہونے والے کمالات کے لیے اس کو تیار کرنے میں کار فرماتھے۔ اُس کے ماحول اور اس کی شخصیت کے اجزاء ترکیبی میں ایک کھلی مناسبت پائی جاتی ہے۔ لیکن محمد ﷺ کی شخصیت جن حیرت انگیز کمالات کی مظہر تھی اُن کا کوئی مخذذ آپؐ کے ماحول میں تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں نہ اس وقت کے عربی معاشرے میں، اور نہ گرد و پیش کے جن ممالک سے عرب کے تعلقات تھے اُن کے معاشرے میں، کہیں دور دراز سے بھی وہ عناصر ڈھونڈ کر نہیں نکالے جاسکتے جو محمد ﷺ کی شخصیت کے اجزاء ترکیبی سے کوئی مناسبت رکھتے ہوں۔ یہی حقیقت ہے جس کی بناء پر یہاں فرمایا گیا ہے کہ محمد ﷺ کی ذات ایک نشانی نہیں بلکہ بہت سی روشن نشانیوں کا مجموعہ ہے۔ جاہل آدمی کو اس میں کوئی نشانی نظر نہ آتی ہو تو نہ نظر آئے، مگر جو لوگ علم رکھنے والے ہیں وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر اپنے دلوں میں قائل ہو گئے ہیں کہ یہ شان ایک پیغمبر ہی کی ہو سکتی ہے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 90 ▲

یعنی معجزات جنہیں دیکھ کر یقین آئے کہ واقعی محمد ﷺ کے نبی ہیں۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 91 ▲

یعنی اُمی ہونے کے باوجود تم پر قرآن جیسی کتاب کا نازل ہونا کیا یہ بجائے خود اتنا بڑا معجزہ نہیں ہے کہ تمہاری رسالت پر یقین لانے کے لیے یہ کافی ہو؟ اس کے بعد بھی کسی اور معجزے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ دوسرے معجزے تو جنہوں نے دیکھے ان کے لیے وہ معجزے تھے۔ مگر یہ معجزہ توہر وقت تمہارے سامنے ہے تمہیں آئے دن پڑھ کر سنایا جاتا ہے، تم ہر وقت اسے دیکھ سکتے ہو۔

قرآن مجید کے اس بیان واستدلال کے بعد ان لوگوں کی جسارت حیرت انگیز ہے جو نبی ﷺ کو خواندہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہاں قرآن صاف الفاظ میں حضور ﷺ کے ناخواندہ ہونے کو آپ ﷺ کی نبوت کے حق میں ایک طاقت و رثوت کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ جن روایات کا سہارا لے کر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ لکھے پڑھے تھے، یا بعد میں آپ نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا وہ اول تو پہلی ہی نظر میں رد کر دینے کے لاکن ہیں کیونکہ قرآن کے خلاف کوئی روایت بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ پھر وہ بجائے خود بھی اتنی کمزور ہیں کہ ان پر کسی استدلال کی بنیاد قائم نہیں ہو سکتی۔ ان میں سے ایک بخاری کی روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ جب لکھا جا رہا تھا تو کفار مکہ کے نمائندے نے رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ لکھے جانے پر اعتراض کیا۔ اس پر حضور ﷺ نے کاتب (یعنی حضرت علیؓ) کو حکم دیا کہ اچھار رسول اللہ ﷺ کا لفظ کاٹ کر محمد ﷺ بن عبد اللہ لکھ دو۔ حضرت علیؓ نے لفظ رسول اللہ ﷺ کاٹنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے ان کے ہاتھ سے قلم لے کر وہ الفاظ خود کاٹ دیے اور محمد بن عبد اللہ لکھ دیا۔

لیکن یہ روایت برائے بن عازب سے بخاری میں چار جگہ اور مسلم میں دو جگہ وارد ہوئی ہے اور ہر جگہ الفاظ مختلف ہیں:

(1) بخاری کتاب الصلح میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: قال لعلی اممحه فقال علی ما انابالذی امحاہ فسحاہ رسول اللہ بیدہ۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا یہ الفاظ کاٹ دو، انہوں نے عرض کیا میں تو نہیں کاٹ سکتا۔ آخر کار حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے انہیں کاٹ دیا۔

(2) اسی کتاب میں دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: ثم قال لعلی اممح رسول اللہ قال لا والله لا امحوك ابدا فاخذ رسول اللہ الکتاب فكتب هذا ما قاضی علیہ محمد بن عبد اللہ۔ پھر علیؓ سے کہا "رسول اللہ ﷺ" کاٹ دو۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں آپ کا نام کبھی نہ کاٹوں گا۔ آخر حضور ﷺ نے تحریر لے کر لکھا یہ وہ معاهدہ ہے جو محمد بن عبد اللہ نے طے کیا۔

(3) تیسری روایت انہی براء بن عازب سے بخاری کتاب الجزیہ میں یہ ہے: و كان لا يكتب فقال لعلی اممح رسول اللہ فقال علی والله لا امحاہ ابدا قال فارأته ایا ه فسحاہ النبی ﷺ بیدہ۔ حضور ﷺ خود نہ لکھ سکتے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا رسول اللہ کاٹ دو۔ انہوں نے عرض کیا اللہ کی قسم میں یہ الفاظ ہر گز نہ کاٹوں گا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا مجھے وہ جگہ بتاؤ جہاں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کو جگہ بتائی اور آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ الفاظ کاٹ دیے۔

(4) چوتھی روایت بخاری کتاب المغازی میں یہ ہے: فاخذ رسول اللہ ﷺ الکتاب وليس يحسن يكتب فكتب هذا ما قاضی محمد بن عبد اللہ۔ پس حضور ﷺ نے وہ تحریر لے لی در آنحالیکہ آپ ﷺ لکھنا نہ جانتے تھے اور آپ نے لکھا یہ وہ معاهدہ ہے جو محمد بن عبد اللہ نے طے کیا۔

(5) انہی براء بن عازب سے مسلم کتاب الجہاد میں ایک روایت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے انکار کرنے پر حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے "رسول اللہ" کے الفاظ مٹا دیے۔

(6) دوسری روایت اسی کتاب میں ان سے یہ منقول ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا مجھے بتاؤ رسول اللہ ﷺ کا لفظ کہاں لکھا ہے، حضرت علیؓ نے آپ ﷺ جو جگہ بتائی اور آپ ﷺ نے اسے مٹا کر ابن عبد اللہ لکھ دیا۔

روایات کا یہ اضطراب صاف بتارہا ہے کہ پیچ کے راویوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے الفاظ جوں کے توں نقل نہیں کیے ہیں، اسی لیے ان میں سے کسی ایک کی نقل پر بھی ایسا مکمل اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ یقینی طور پر یہ کہا جاسکے کہ حضور ﷺ نے "محمد ﷺ بن عبد اللہ" کے الفاظ اپنے دست مبارک ہی سے لکھتے تھے، ہو سکتا ہے کہ صحیح صورت واقعہ یہ ہو کہ جب حضرت علیؓ نے "رسول اللہ" کا لفظ مٹانے سے انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے اس کی جگہ ان سے پوچھ کر یہ لفظ اپنے ہاتھ سے مٹا دیا ہو اور پھر ان سے یا کسی دوسرے کاتب سے ابن عبد اللہ کے الفاظ لکھوادیے ہوں۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر صلح نامہ دو کاتب لکھ رہے تھے۔ ایک حضرت علیؓ، دوسرے محمد بن مسلمہ (فتح الباری، جلد 5، ص 217) اس لیے یہ امر بعید نہیں ہے کہ جو کام ایک کاتب نے نہ کیا تھا وہ دوسرے کاتب سے لے لیا گیا ہو۔ تاہم اگر واقعہ یہی ہو کہ حضور ﷺ نے اپنا نام اپنے ہی دست مبارک سے لکھا ہو، تو ایسی مثالیں دنیا میں بکثرت پائی جاتی ہیں کہ ان پڑھ لوگ صرف اپنا نام لکھنا سیکھ لیتے ہیں باقی کوئی چیز نہ پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔

دوسری روایت جس کی بنابر نبی ﷺ کے خواندہ ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے مجاہد سے ابن ابی شیبہ اور عمر بن شہبہ نے نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ: مامات رسول اللہ ﷺ حقیقت کتب و قرآن رسول اللہ ﷺ نے فی

اپنی وفات سے پہلے لکھنا پڑھنا سیکھ چکے تھے۔ لیکن اول تو یہ سند ابہت ضعیف روایت ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں فضعیف لا اصل له۔ دوسرے اس کی کمزوری یوں بھی واضح ہے کہ اگر حضور ﷺ نے فی

الواقع بعد میں لکھنا پڑھنا سیکھا ہوتا تو یہ بات مشہور ہو جاتی، بہت سے صحابہؓ اس کو روایت کرتے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے کس شخص یا کن اشخاص سے یہ تعلیم حاصل کی تھی۔ لیکن سوائے ایک عون بن عبد اللہؓ کے جن سے مجاہد نے یہ بات سنی اور کوئی شخص اسے روایت نہیں کرتا۔ اور یہ عون بھی صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں جنہوں نے قطعاً یہ نہیں بتایا کہ انہیں کس صحابی یا کن صحابیوں سے اس واقعہ کا علم حاصل ہوا۔ ظاہر ہے کہ ایسی کمزور روایتوں کی بنیاد پر کوئی ایسی بات قابل تسلیم نہیں ہو سکتی جو مشہور و معروف واقعات کی تردید کرتی ہو۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 92 ▲

یعنی بلاشبہ اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مہربانی ہے اور یہ بندوں کے لیے بڑی پندو نصحت پر مشتمل ہے، مگر اس کا فائدہ صرف وہی لوگ اٹھاسکتے ہیں جو اس پر ایمان لا سکیں۔

قُلْ كُفَّيْ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ أَمْنَوْا  
 بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَسِيرُونَ ﴿٢٩﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا أَجَلُ  
 مُسَئِّي كَجَاءُهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٣٠﴾ يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ  
 وَإِنَّ جَهَنَّمَ لِمُحِيطَةٌ بِالْكُفَّارِينَ ﴿٣١﴾ يَوْمَ يَغْشِهِمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ  
 آرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُو قُوَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾ يَعْبَادُونَ الَّذِينَ أَمْنَوْا إِنَّ أَرْضَى وَاسِعَةٌ  
 فِيَّا مَيْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٣٣﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآءِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٤﴾ وَالَّذِينَ أَمْنَوْا وَ  
 عَمِلُوا الصَّلَاحَتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرْفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِدِيْنَ فِيهَا  
 نِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِيْنَ ﴿٣٥﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾ وَكَائِنُ مِنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ  
 رِزْقَهَا ﴿٣٧﴾ أَللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ﴿٣٨﴾ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٩﴾ وَلَيْسْ سَائِلَتُهُمْ مَنْ خَلَقَ  
 السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لِيَقُولُنَّ اللَّهُ فَإِنِّي يُؤْفَكُونَ ﴿٤٠﴾ أَللَّهُ يَبْسُطُ  
 الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٤١﴾ وَلَيْسْ سَائِلَتُهُمْ مَنْ  
 نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لِيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ  
 أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٢﴾

رکو ۶

(اے نبیؐ) کہو کہ ”میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہی کے لیے کافی ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین میں سب کچھ جانتا ہے۔ جو لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ سے کفر کرتے ہیں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔“

یہ لوگ تم سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔<sup>93</sup> اگر ایک وقت مقرر نہ کر دیا گیا ہوتا تو ان پر عذاب آچکا ہوتا۔ اور یقیناً (اپنے وقت پر) وہ آکر رہے گا اچانک، اس حال میں کہ انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ یہ تم سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ جہنم ان کافروں کو گھیرے میں لے چکی ہے (اور انہیں پتہ چلے گا) اس روز جبکہ عذاب انہیں اپر سے بھی ڈھانک لے گا اور پاؤں کے نیچے سے بھی اور کہہ گا کہ اب چکومز اُن کرتوں کا جو تم کرتے تھے۔

اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، میری زمین و سیع ہے، پس تم میری ہی بندگی بجالاؤ۔<sup>94</sup> ہر تنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹا کر لائے جاؤ گے۔<sup>95</sup> جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں ان کو ہم جنت کی بلند و بالا عمارتوں میں رکھیں گے جن کے نیچے نہ ریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، کیا ہی عمدہ اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے<sup>96</sup> ۔۔۔۔۔ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے صبر کیا ہے<sup>97</sup> اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔<sup>98</sup> لتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے، وہ سب کچھ سننا اور جانتا ہے۔<sup>99</sup>

**100** اگر تم ان لوگوں سے پوچھوں کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کر رکھا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر یہ کدھر سے دھوکا کھارے ہے ہیں؟ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے، یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے آسمان سے پانی بر سایا اور اس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو جلا اٹھایا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ کہو، الحمد للہ، **101** مگر اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ ۶

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 93 ▲

یعنی بار بار چینچ کے انداز میں مطالبہ کر رہے ہیں کہ اگر تم رسول ﷺ ہو اور ہم واقعی حق کو جھٹلارہے ہیں تو ہم پر وہ عذاب کیوں نہیں لے آتے جس کے ڈراوے تم ہمیں دیا کرتے ہو۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 94 ▲

یہ اشارہ ہے ہجرت کی طرف۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسے میں اللہ کی بندگی کرنی مشکل ہو رہی ہے تو ملک چھوڑ کر نکل جاؤ، اللہ کی زمین تنگ نہیں ہے۔ جہاں بھی تم اللہ کے بندے بن کر رہ سکتے ہو وہاں چلے جاؤ۔ تم کو قوم و وطن کی نہیں بلکہ اپنے اللہ کی بندگی کرنی چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل چیز قوم، وطن اور ملک نہیں ہے بلکہ اللہ کی بندگی ہے۔ اگر کسی وقت قوم و وطن اور ملک کی محبت کے تقاضے اللہ کی بندگی کے تقاضوں سے ٹکر اجائیں تو وہی وقت مو من کے ایمان کی آزمائش کا ہوتا ہے۔ جو سچا مومن ہے وہ اللہ کی بندگی کرے گا اور قوم و وطن اور ملک کو لات مار دے گا۔ جو جھوٹا مدعی ایمان ہے وہ ایمان کو چھوڑ دے گا اور اپنی قوم اور اپنے ملک و وطن سے چمٹا رہے گا۔ یہ آیت اس باب میں بالکل صریح ہے کہ ایک سچا اللہ پرست انسان محب قوم و وطن تو ہو سکتا ہے مگر قوم پرست نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے اللہ کی بندگی ہر چیز سے عزیز تر ہے جس پر دنیا کی ہر چیز کو وہ قربان کر دے گا مگر اسے دنیا کی کسی چیز پر بھی قربان نہ کرے گا۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 95 ▲

یعنی جان کی فکر نہ کرو۔ یہ تو کبھی نہ کبھی جانی ہی ہے۔ ہمیشہ رہنے کے لیے تو کوئی بھی دنیا میں نہیں آیا ہے۔ لہذا تمہارے لیے فکر کے لاکن مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اس دنیا میں جان کیسے بچائی جائے۔ بلکہ اصل لاکن فکر مسئلہ یہ ہے کہ ایمان کیسے بچایا جائے اور اللہ پرستی کے تقاضے کس طرح پورے کیے جائیں۔ آخر کار تمہیں پلٹ کر ہماری طرف ہی آنا ہے۔ اگر دنیا میں جان بچانے کے لیے ایمان کھو کر آئے تو اس کا نتیجہ کچھ اور ہو گا اور ایمان بچانے کے لیے جان کھو آئے تو اس کا نتیجہ کچھ دوسرا ہو گا۔ پس فکر جو کچھ بھی کرنی ہے اس بات کی

کرو کہ ہماری طرف جب پڑو گے تو کیا لے کر پڑو گے، جان پر قربان کیا ہوا ایمان؟ یا ایمان پر قربان کی ہوئی جان؟

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 96 ▲

یعنی اگر ایمان اور نیکی کے راستہ پر چل کر بالفرض تم دنیا کی ساری نعمتوں سے محروم بھی رہ گئے اور دنیوی نقطہ نظر سے سراسر ناکام بھی مرے تو یقین رکھو کہ اس کی تلافی بہر حال ہو گی اور نزی تلافی ہی نہ ہو گی بلکہ بہترین اجر نصیب ہو گا۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 97 ▲

یعنی جو ہر طرح سے مشکلات اور مصائب اور نقصانات اور اذیتوں کے مقابلے میں ایمان پر قائم رہے ہیں۔ جنہوں نے ایمان لانے کے خطرات کو اپنی جان پر جھیلا ہے اور منہ نہیں موڑا ہے۔ ترکِ ایمان کے فائدوں اور منفعتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ان کی طرف ذرہ برابر التفات نہیں کیا ہے۔ کفار و فساق کو اپنے سامنے پھلتے پھولتے دیکھا ہے اور ان کی دولت و حشمت پر ایک نگاہ غلط انداز بھی نہیں ڈالی ہے۔

### سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 98 ▲

یعنی جنہوں نے بھروسہ اپنی جائیدادوں اور اپنے کار و بار اپنے کنبے قبیلے پر نہیں بلکہ اپنے رب پر کیا۔ جو اسباب دنیوی سے قطع نظر کر کے محض اپنے رب کے بھروسے پر ایمان کی خاطر ہر خطرہ سہنے اور ہر طاقت سے ٹکرا جانے کے لیے تیار ہو گئے، اور وقت آیا تو گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ جنہوں نے اپنے رب پر یہ اعتماد کیا کہ ایمان اور نیکی پر قائم رہنے کا اجر اس کے ہاں کبھی ضائع نہ ہو گا اور یقین رکھا کہ وہ اپنے مومن و صالح بندوں کی اس دنیا میں بھی دستگیری فرمائے گا اور آخرت میں بھی ان کے عمل کا بہترین بدلہ دے گا۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 99 ▲

یعنی بھرت کرنے میں تمہیں فکر جان کی طرح فکر روز گار سے بھی پریشان نہ ہونا چاہیے۔ آخر یہ بے شمار چرند و پرند اور آبی حیوانات جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہو اور خشکی اور پانی میں پھر رہے ہیں، ان میں سے کون اپنا رزق اٹھائے پھرتا ہے؟ **اللہ** ہی تو ان سب کو پال رہا ہے۔ جہاں جاتے ہیں **اللہ** کے فضل سے ان کو کسی نہ کسی طرح رزق مل ہی جاتا ہے۔ لہذا تم یہ سوچ سوچ کر ہمت نہ ہارو کہ اگر ایمان کی خاطر گھر بار جھوڑ کر نیکل گئے تو کھائیں گے کہاں سے۔ **اللہ** جہاں سے اپنی بے شمار مخلوق کو رزق دے رہا ہے، تمہیں بھی دے گا۔

ٹھیک یہی بات ہے جو سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمائی تھی۔ انہوں نے فرمایا: ”کوئی آدمی دو ماں کوں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرا سے محبت، یا ایک سے ملا رہے گا اور دوسرا سے کو ناچیز جانے گا۔ تم **اللہ** ور دوست دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پہنیں گے، اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے۔ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے ہیں، نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں۔ پھر بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے۔ کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ تم میں سے ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھری بھی بڑھا سکے؟ اور پوشاک کے لیے کیوں فکر کرتے ہو؟ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں۔ وہ نہ محنت کرتے ہیں نہ کاٹتے ہیں، پھر بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمان بھی باوجود اپنی ساری شان و شوکت کے ان میں سے کسی کے مانند لمبیس نہ تھا۔ پس جب **اللہ** میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائے گی ایسی پوشاک پہناتا ہے تو اے کم اعتقاد و تم کو کیوں نہ پہنانے گا۔ اس لیے فکر مند نہ ہو کہ ہم کیا کھائیں گے

یا کیا پہنیں گے یا کیا پہنیں گے۔ ان سب چیزوں کی تلاش میں تو غیر قویں رہتی ہیں۔ تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو۔ تم پہلے اس کی بادشاہی اور اس کی راست بازی کی تلاش کرو۔ یہ سب چیزیں بھی تمہیں مل جائیں گی۔ کل کے لیے فکر نہ کرو۔ کل کادن اپنی فکر آپ کر لے گا۔ آج کے لیے آج ہی کاد کھ کافی ہے۔“ (متی۔ باب ۶۔ آیات ۳۲۳۲)

قرآن اور انجیل کے ان ارشادات کا پس منظر ایک ہی ہے۔ دعوتِ حق کی راہ میں ایک مرحلہ ایسا آ جاتا ہے جس میں ایک حق پرست آدمی کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ عالم اسباب کے تمام سہاروں سے قطع نظر کر کے محض اللہ کے بھروسے پر جان جو کھوں کی بازی لگادے۔ ان حالات میں وہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے جو حساب لگاگا کر مستقبل کے امکانات کا جائزہ لیتے ہیں اور قدم اٹھانے سے پہلے جان کے تحفظ اور رزق کے حصول کی ضمانتیں تلاش کرتے ہیں۔ درحقیقت اس طرح کے حالات بدلتے ہی ان لوگوں کی طاقت سے ہیں جو سر ہتھیلی پر لے کر اٹھ کھڑے ہوں اور ہر خطرے کو انگیز کرنے کے لیے بے دھڑک تیار ہو جائیں۔ انہی کی قربانیاں آخر کار وہ وقت لاتی ہیں جب اللہ کا کلمہ بلند ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں سارے کلمے پست ہو کر رہ جاتے ہیں۔

### ▲ سورۃ العنكبوت حاشیہ نمبر: 100

یہاں سے پھر کلام کا رخ کفار مکہ کی طرف مرتا ہے۔

### ▲ سورۃ العنكبوت حاشیہ نمبر: 101

اس مقام پر **الْحَمْدُ لِلّٰهِ** کا لفظ دو معنی دے رہا ہے۔ ایک یہ کہ جب یہ سارے کام اللہ کے ہیں تو پھر حمد کا مستحق بھی صرف وہی ہے۔ دوسروں کو حمد کا استحقاق کہاں سے پہنچ گیا؟ دوسرے یہ کہ اللہ کا شکر ہے، اس بات کا اعتراف تم خود بھی کرتے ہو۔

رکوء

وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوَ وَلَعِبٌ ۝ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَاةُ الْمُوْكَانُوا  
 يَعْلَمُونَ ﴿٢٣﴾ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلُكِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا  
 هُمْ يُشْرِكُونَ ﴿٢٤﴾ لَيَكُفِرُوا بِمَا أَتَيْنَاهُمْ ۗ وَلَيَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ أَوَلَمْ يَرُوا أَنَّا  
 جَعَلْنَا حَرَمًا أَمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۖ أَفِإِلَيْهِمْ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ  
 يَكُفُّرُونَ ﴿٢٦﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَنَّا جَاءَهُ ۖ أَلَيْسَ فِي  
 جَهَنَّمَ مَثُوًى لِلْكُفَّارِ ۖ ﴿٢٧﴾ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبْلَنَا ۖ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ  
 الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٨﴾

اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک کھیل اور دل کا بہلاوا۔ **102** اصل زندگی کا گھر تو دار آخترت ہے، کاش یہ لوگ جانتے۔ **103** جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں، پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یہاں کیسے شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ اللہ کی دی ہوئی نجات پر اس کا کفران نعمت کریں اور (حیات دنیا کے) مزے لوٹیں۔ **104** اچھا، عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے ایک پُر امن حرم بنادیا ہے حالانکہ ان کے گرد و پیش لوگ اچک لیے جاتے ہیں؟ **105** کیا پھر بھی یہ لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا کفران کرتے ہیں؟ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب کہ وہ اس کے سامنے آچکا ہو؟ **106** کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم ہی نہیں ہے؟ جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے، **107** اور یقیناً اللہ نیکو کاروں ہی کے ساتھ ہے۔ ۶۷

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 102 ▲

یعنی اس کی حقیقت بس اتنی ہی ہے جیسے بچے تھوڑی دیر کے لیے کھیل کو دلیں اور پھر اپنے اپنے گھر کو سدھا ریں۔ یہاں جو بادشاہ بن گیا ہے وہ حقیقت میں بادشاہ نہیں بن گیا ہے بلکہ صرف بادشاہی کا ڈراما کر رہا ہے۔ ایک وقت آتا ہے جب اس کا یہ کھیل ختم ہو جاتا ہے اور اسی بے سروسامانی کے ساتھ وہ تخت شاہی سے رخصت ہوتا ہے جس کے ساتھ وہ اس دنیا میں آیا تھا۔ اسی طرح زندگی کی کوئی شکل بھی یہاں مستقل اور پائیدار نہیں ہے، جو جس حال میں بھی ہے عارضی طور پر ایک محدود مدت کے لیے ہے، اس چند روزہ زندگی کی کامرانیوں پر جو لوگ مرے ملتے ہیں اور انہی کے لیے ضمیر وايمان کی بازی لگا کر کچھ عيش و عشرت کا سامان اور کچھ کھلونوں سے اگر وہ دس بیس یا ساٹھ ستر سال دل بہلا لیں اور پھر موت کے دروازے سے خالی ہاتھ گزر کر اس عالم میں پہنچیں جہاں کی دلائی وابدی زندگی میں ان کا یہی کھیل بلائے بے درماں ثابت ہو تو آخر اس طفل تسلی کافائدہ کیا ہے؟

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 103 ▲

یعنی اگر یہ لوگ اس حقیقت کو جانتے کہ دنیا کی موجودہ زندگی صرف ایک مهلت امتحان ہے، اور انسان کے لیے اصل زندگی جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، آخرت کی زندگی ہے تو وہ یہاں امتحان کی مدت کو اس لہو و لعب میں ضائع کرنے کے بجائے اس کا ایک ایک لمحہ ان کاموں میں استعمال کرتے جو اس ابدی زندگی میں بہتر نتائج پیدا کرنے والے ہوں۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 104 ▲

تشريع کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، سورہ انعام حاشیہ نمبر 29، 41، سورہ یونس حاشیہ 29، 31۔ سورہ بنی اسرائیل حاشیہ 84۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 105 ▲

یعنی کیا ان کے شہر مکہ کو جس کے دامن میں انہیں کمال درجے کا امن میسر ہے، کسی لات یا ہبّل نے حرم بنایا ہے؟ کیا کسی دیوی یادیوتا کی یہ قدرت تھی کہ ڈھائی ہزار سال سے عرب کی انتہائی بد امنی کے ماحول میں اس جگہ کو تمام فتنوں اور فسادوں سے محفوظ رکھتا؟ اس کی حرمت کو برقرار رکھنے والے ہم نہ تھے تو اور کون تھا؟

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 106 ▲

یعنی نبی نے دعوائے رسالت کیا ہے اور تم نے اسے جھپٹا دیا ہے۔ اب معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ اگر نبی نے اللہ کا نام لے کر جھوٹا دعویٰ کیا ہے تو اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔ اور اگر تم نے سچ نبی کی تکذیب کی ہے تو پھر تم سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔

## سورة العنكبوت حاشیہ نمبر: 107 ▲

"مجاہدہ" کی تشریح اسی سورہ عنكبوت کے حاشیہ نمبر 8 میں گزر چکی ہے۔ وہاں یہ فرمایا گیا تھا کہ جو شخص مجاہدہ کرے گا وہ اپنی ہی بھلائی کے لیے کرے گا (آیت 6) یہاں یہ اطمینان دلایا جا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ دنیا بھر سے کش مکش کا خطرہ مول لے لیتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ان کے حال پر نہیں چھوڑ دیتا۔ بلکہ وہ ان کی دستگیری و رہنمائی فرماتا ہے اور اپنی طرف آنے کی راہیں ان کے لیے کھول دیتا ہے۔ وہ قدم قدم پر انہیں بتاتا ہے کہ ہماری خوشنودی تم کس طرح حاصل کر سکتے ہو۔ ہر ہر موڑ پر انہیں روشنی دکھاتا ہے کہ راہ راست کدھر ہے اور غلط راستے کوں سے ہیں۔ جتنی نیک نیتی اور خیر طلبی ان میں ہوتی ہے اتنی ہی اللہ کی مدد اور توفیق اور ہدایت بھی ان کے ساتھ رہتی ہے۔